Regd No. LW/NP56
Fax No. : (0522) 380570

Principal : 372336
Guest House : 323964 Ext. 20

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs. 5/-

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کیلئے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف
صندل سے تیار کردہ خوشبو
دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ
قسم کے روغنیات و عرق
کیوڑہ، عرق گلاب
و دیگر عطریات کی ——
ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ
تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں ——
خط و کتابت کا پتہ
فون:- 268898
اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹو کرومک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی
یا در وڈھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
—— ایک بار خدمت کا موقع دیں ——
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

منو کے اصلی نورانی تیل
کی خاص پہچان
لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور
کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے
اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔
نورانی تیل
درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے، جلنے کی مشہور دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یو۔پی

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ہر عبادت کا پہلا رکن

مذہب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ انسان کے دل کو مخاطب کرتا ہے۔ اس کا سارا کاروبار صرف اسی ایک مضغۂ گوشت سے وابستہ ہے، عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہوں یا معاملات، انسانی اعمال کے ہر گوشہ میں اس کی نظر اسی ایک آئینہ پر رہتی ہے اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشہور حدیث میں یوں ظاہر فرمایا ہے: "الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب": ہشیار رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست رہتا ہے اور وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے ہوشیار رہو کہ وہ دل ہے دل ہی کی تحریک انسان کے ہر اچھے اور برے عمل کی بنیاد اور اساس ہے اس نے مذہب کی ہر عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو نیک کام بھی کیا جائے، اس کا محرک کوئی دنیاوی غرض نہ ہو، اور نہ اس سے مقصود ریا و نمائش، جلبِ منفعت، طلبِ شہرت یا طلبِ معاوضہ وغیرہ ہو، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی ہو، اسی کا نام اخلاص ہے، رسول کو حکم ہوتا ہے:

"فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین، الا للہ الدین الخالص": (زمر) تو اللہ کی عبادت کر خالص کرتے ہوئے اطاعت گذاری کو اسی کے لئے، ہشیار کہ اللہ ہی کے لئے ہے خالص اطاعت گذاری۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت اور عمل کا پہلا رکن یہ ہے کہ وہ خالص خدا کے لئے ہو یعنی اس میں کسی ظاہری و باطنی بت پرستی اور خواہش نفسانی کو دخل نہ ہو۔ اور "الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ": (لیل) اپنی خدائے برتر کی ذات کی خوشنودی کے سوا کوئی اور غرض نہ ہو۔

انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت اور تبلیغ کے سلسلہ میں ہمیشہ یہ اعلان کیا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، اس سے ہم کو کوئی دنیاوی غرض اور ذاتی معاوضہ مطلوب نہیں۔ "وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین" (شعراء) اور میں اس پر کوئی مزدوری تم سے نہیں چاہتا، میری مزدوری تو اسی پر ہے، جو ساری دنیا کا پروردگار ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ از: سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فی شمارہ ۵ روپے — سالانہ ۱۰۰ روپے — ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ | ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء - مطابق - یکم ذیقعدہ - ۱۴۱۷ھ | شمارہ نمبر ۹

زیر نگرانی:-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول:
شمس الحق ندوی

مجلس ادارت:
مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی، مولانا عبد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ——— پانچ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک:-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
——— ۲۵ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک:-
بحری ڈاک جملہ ——— ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— منیجر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

تعمیر حیات لکھنؤ

درس حدیث

علم و دانائی پر رشک یا حسد کے جواز کی صورت

(قسط ۱)

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج حائل السعودیہ

ترجمہ ——— قسط نمبر ۲ ۔ شمس الحق ندوی

حضرت عائشہ رضی عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات کو پڑھ کر اپنے اوپر دم فرما لیتے تھے، جب مرض بڑھ جاتا تو میں آپ پر پڑھتی اور آپ کے دست مبارک کو حصول برکت کے لئے چھوتی، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے پہلے اس آیت کے ذریعہ حسد سے پناہ چاہی اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنایا، حضرت عائشہ ہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب اپنے بستر پر لیٹتے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملا لیتے پھر ان پر دم کرتے اور ان پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے پھر جسم مبارک پر جہاں تک ہاتھ پہونچتا ہاتھ پھیرتے۔ چہرہ اور سر مبارک سے شروع فرماتے اور جسم کے پورے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرتے اور ایسا تین مرتبہ فرماتے[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرض حسد کے علاج کا کتنا اہتمام فرماتے تھے۔ لہٰذا حسد کی خطرناکی اور برائی کو بلیغ اور ادبی الفاظ میں بیان فرمایا اور اس کا بدل بھی بتایا چنانچہ رشک جائز فرمایا اور مقابلہ اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا پسندیدہ راستہ کھولا، تاکہ حسد کا سدباب ہو۔ (دروازہ بند ہو) اور اس کی کوئی گنجائش نہ باقی رہے، اس لئے کہ حسد تباہ کر دینے والی بیماریوں میں سے ہے اور نہایت تباہ کن اور ان خطرناک کاموں میں سے ہے، جو امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں، یہود حسد ہی میں برباد ہوئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، (اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنَاهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا)[2] یا خدا نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں۔ تو ہم نے خاندان ابراہیمؑ کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی، اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی۔

کیا حسد کرتے ہیں (یعنی یہود) خاص کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر، حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ اور ان دونوں حضرات کے علاوہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر حسد کیا اور صحابہ کرامؓ کے ایمان پر حسد کیا۔

حسد ناپسندیدہ ہے اور حسد کرنے والا ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے، حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، یہ حضرت انسؓ کی روایت ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حاسد سے بڑھ کر کسی ظالم کو ہم نے مظلوم کے مشابہ نہیں پایا، وہ برابر حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور غم اس کے پیچھے لگا رہتا ہے ایسا روتا رہتا ہے کہ آنسو ختم ہی نہیں ہوتے۔

کہا جاتا ہے حسد وہ پہلا گناہ ہے جو آسمان میں کیا گیا اور زمین پر بھی سب سے پہلے یہی گناہ کیا گیا، آسمان میں حضرت آدمؑ پر ابلیس کا حسد اور زمین پر قابیل کا ہابیل پر حسد، شاعر نے سچ کہا ہے:-

اصبر علی حسد الحسود فان صبرک قاتله
فالنار تاکل بعضها ان لم تجد ما تاکله

حسد کرنے والے کے حسد پر صبر سے کام لو کہ تمہارا صبر اس کو مار ڈالے گا آگ جب کچھ جلانے کو نہیں پاتی تو اپنے آپ کو جلاتی ہے۔

حسد کے اس مرض کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورۃ نازل فرمائی جس کا نام سورۂ فلق رکھا، اس سورۃ کی تشریح میں قرطبیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے، اور صحیحین کی روایت ہے (حسد دو باتوں کے علاوہ کسی اور بات میں درست نہیں، مراد رشک ہے۔ علماء کا قول ہے حاسد اسی وقت نقصان پہونچاتا ہے جب اس کا حسد قول و عمل میں ظاہر ہو اس طرح کہ اس کا حسد محسود کو نقصان پہونچانے پر آمادہ کرے اور وہ اس کی برائیوں کے پیچھے لگے، غلطیاں تلاش کرتا رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب (تمہارے اندر حسد پیدا ہو تو اس کے تقاضہ پر عمل نہ کرو)۔

سورۂ فلق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ تمام برائیوں سے پناہ چاہیں، چنانچہ فرمایا۔ ان تمام چیزوں کے شر سے جو پیدا کی ہیں، اور اس کا خاتمہ حسد پر فرمایا ہے تاکہ حسد جس کا نقصان عظیم اور اس کی برائیاں بہت ہیں ان سے ہوشیار کرے، حاسد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دشمن ہے اور اللہ اس کے دین اور احسان پر اعتراض کرنے والا ہے[3] (باقی ص ۲۹ پر)

[1] صحیح بخاری۔ [2] نساء - ۵۴
[3] الجامع لاحکام القرآن ج - ۵

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	مولانا ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	فیضان رحمت اور ترکی مسلمان (اداریہ)	ا ع ع ن	۵
۳	چلے سوئے کعبہ (نظم)	مولانا فضل حق، عارف خیرآبادی	۶
۴	پاکیزہ ذوق علم و مطالعہ کی کنجی ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۵	اسلام دونوں جہاں کی بادشاہی	مولانا سید سلیمان ندوی رح	۹
۶	عیسائیت کی خفیہ سرنگ	محمد آصف دہلوی	۱۱
۷	تحریک آزادیٔ نسواں	جناب سید علی کلکتہ	۱۴
۸	قرآن ایک آئینہ ہے	محمد ارشد اعظمی (مکہ مکرمہ)	۱۷
۹	سفرنامۂ حج و زیارت	محمود حسن حسنی ندوی	۱۹
۱۰	اجودھیا کا المیہ	مادھو گوڈ بولے	۲۲
۱۱	عالمی خبریں	سعید اشرف ندوی	۲۵
۱۲	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۶
۱۳	مدرسہ سراج العلوم آندھرا پردیش	نمائندہ تعمیر حیات	۲۷
۱۴	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی	۲۸
۱۵	رائر حرم سے (نظم)	مولانا محمد ثانی حسنی رح	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/= روپئے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

۷۹۴۴
۱۲۳۷۸۹

اداریہ

ع - ع - ن

فیضانِ رحمت اور ترکی مسلمان

رمضان میں عمرہ ادا کرنے لیے اب ساری دنیا سے مسلمان جاتے ہیں اور اس کثرت سے جاتے ہیں کہ لوگوں نے رمضان کے مہینہ کو اشہر حج سے پہلے کا "چھوٹا حج" کہنا شروع کر دیا ہے، اخیر عشرہ میں تو واقعی ایسا لگتا ہے کہ حج کا زمانہ ہے، ۲۷ ویں شب کو ۲۲ لاکھ باہر سے آنے والوں کی تعداد بتائی گئی، اور واقعۃً ایسا ہی معلوم ہوتا تھا، حرم شریف اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آرہا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آدمیوں کا سیلاب ہو، مگر ایک سکون اور وقار کے ساتھ، انسانوں کا سمندر ضرور تھا مگر اس میں شورش اور طغیانی نہیں تھی، ذوق عبودیت، کسر نفسی، ایثار و محبت کی روح سب پر حاوی تھی، رمضان ختم ہوا تو خیال ہوا کہ حج کے وفود کے آنے میں ذرا دیر ہے، مطاف میں کشایش ہوگی، مگر مقامی اور مصری معتمرین نے رمضان کا تسلسل باقی رکھا، اخبارات سے معلوم ہوا کہ ۷ شوال سے مصری زائرین و معتمرین روانہ ہونا شروع ہو جائیں گے، اندازہ تھا کہ اب نماز فجر سے پہلے طواف کا دائرہ کم ہو جائے گا، مگر دیکھا تو مصریوں کی جگہ ترکوں نے لے لی ہے جیسے وہ لائن لگائے پیچھے کھڑے تھے، وہ کم ہوئے تو یہ بڑھے، وہ گئے یہ آئے، مطاف آج بھی اسی طرح اپنی وسعت کے باوجود تنگ نظر آرہا ہے، دعاؤں سے فضا گونجتی رہتی ہے، آج بھی گونج رہی ہے، حجر اسود تک رسائی پہلے بھی دشوار تھی آج بھی ہمت و صبر کے بغیر دشوار ہے، بیت اللہ کا عظمت و جلال ہمیشہ کی طرح قائم ہے اللہ یوں ہی قائم رکھے، "رب زد بیتک ھذا تشریفا و تعظیما و مھابۃ و برا"[1]

ترک بھائیوں کو اس کثرت سے عمرہ کے لیے آتے ہوئے دیکھ کر مسرت زیادہ ہوئی یہ ہم سے کہیں زیادہ سچے اور کھرے مسلمان ہیں، دین کے لیے انھوں نے قربانیاں دی ہیں، اس سے وابستہ رہنے کی قیمت ان کو سخت دینا پڑی ہے، ستر سال سے ان کو قرآن، کعبہ، حج و زیارت سے محروم رکھنے کی سازشیں کی جارہی ہیں، اور یہ کشمکش اب تک باقی ہے، ایک طبقہ جو مغربی طرز کے ملٹری کالجوں سے نکل کر آیا ہے ملک کی سیاست پر حاوی ہے مگر عوام فطری طور پر دین سے وابستہ ہیں، عربی زبان، عربی رسم الخط اور اسلامی ثقافت کے دلدادہ ہیں، انتخابات میں عوام کے نمائندوں کو اسلام سے برگشتہ جتھہ پوری طرح روک نہ سکا، مخلوط حکومت بنی اور دین پسند، اصلاح و ترقی کی لگن رکھنے والوں نے حکومت بنائی، مگر مخالف جتھہ اب بھی طاقتور اور حکومت پر حاوی ہے، جس کو اصرار ہے کہ ملک سیکولر بنیاد پر چلایا جائے گا، سیکولرازم بھی خاص نوعیت کی چاہتا ہے، عام طور پر اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا کوئی قانونی مذہب نہیں ہوگا، ملک کے باشندے انفرادی طور پر اپنے اپنے رسوم و رواج، عقیدہ و مذہب پر قائم رہیں گے، مگر ترکی میں اسلام دشمن طبقہ اس کا ایک خاص مفہوم عوام پر عائد کر رہا ہے، اس کے نزدیک سیکولرازم کا مطلب ہے، ہر وہ بات جو اسلامی روح کے خلاف ہو، اور اسی مفروضہ بنیاد پر مردوں کو داڑھی رکھنے اور خواتین کو سر ڈھکنے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے، داڑھی اور سرپوشی کے خلاف معرکہ قائم ہے، یہاں تک کہ وزیر اعظم نجم الدین اربکان کے باڈی گاڈ کو سرکاری تقریب کے موقع پر جلسہ گاہ میں جانے نہیں دیا گیا کیونکہ وہ داڑھی رکھے ہوئے تھے، حالانکہ سکولرازم کا اس سے کوئی واسطہ نہیں، مثال کے طور پر اس ملک کو دیکھ لیجیے یہاں ننگے سر رہنے والیاں بھی ہیں اور گھونگھٹ ڈالنے والیاں بھی، اور برقعہ پوش شریف زادیاں بھی، مردوں میں داڑھی والے بھی اور بے ریش و فش بھی، مگر جیسا کہ

---

[1] یہ اس دعا کا جزء ہے جو حرم میں داخلہ کے وقت پڑھی جاتی ہے، اس کا مطلب ہے۔
"اے میرے رب اپنے گھر کی عزت و جلال، ہیبت و برکت کو ہمیشہ بڑھاتا رہے"

عرض کیا گیا ترکی میں اسلام دشمن گروپ نے طے کر لیا ہے کہ ہر وہ بات جو اسلام کی علامت ہو یا جس سے اسلامیت جھلکتی ہو، وہ سیکولرازم ہے معلوم ہوا کہ رمضان میں مسلمان وزیر اعظم نے ایک افطار پارٹی دی اس پر احتجاج کیا گیا کہ ملک کے آئین کے خلاف کام ہوا، مگر اب صورت حال تیزی سے بدل رہی ہے، اور عربی زبان کو عدنان مندریس کے وقت سے گنجائش ملی ہے، کہ وہ اپنے بال و پر نکال سکے، اب بھی قائم ہے، استنبول یونیورسٹی کلیۃ الشریعہ میں پہلے عربی زبان ممنوع تھی اب وہاں اس کی ایک کرسی (chair) قائم ہے، دین کی طرف زیادہ رجحان کالجوں سے نکلنے والے نوجوانوں میں ہے، ان کا داڑھی رکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، وہ اعلان ہے اسلام سے وابستگی کا اور اسلام دشمن جبھہ کے خلاف جہاد کا، نیز ایسی خواتین کا پایا جانا جو سرکاری دفاتر سے صرف اس لیے استعفا دیدیں کہ ان کو ننگے سر رہنا منظور نہیں ہے، اسلام کا معجزہ دیکھئے اور دیکھئے کس قدر سخت جان ہے یہ مذہب، ستر پچھتر سال میں تین نشستیں گذر جاتی ہیں، اس طویل عرصہ میں جبکہ آج کے نوجوانوں نے ایک لادینی ماحول کے حصار میں آنکھیں کھولیں، ان کے والدین بھی اسی ماحول کے پروردہ تھے، مگر دین کی چنگاری ان کے خاکستر میں دبی تھی جو آج بھی ان کے اندر سلگ رہی ہے، آثار یہی ہیں کہ یہ چنگاری شعلہ بن کر رہے گی۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔

چلے ہیں سوئے کعبہ

(مولانا) فضل حق عارف خیرآبادی

چلے ہیں سوئے کعبہ دیکھئے مطلوب یزدانی
زہے قسمت خدا نے ان کو بخشا شرف مہمانی
قلم عارف کا اٹھا ہے برائے تہنیت خوانی
مگر کیا کیا لکھے یہ سوچ کے ہوتی ہے حیرانی
زباں قاصر قلم عاجز عرق آلود و پیشانی
نہیں تاب سخن گم ہو گئی ساری سخندانی
یہ ہیں مطلوب رحمانی یہ ہیں محبوب سبحانی
جھکا ہے ان کے قدموں پر وقارِ تاجِ سلطانی
کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے تجلّی گاہِ ربانی
جھکائیں گے یہ بیت اللہ میں اب اپنی پیشانی
ملے گا حضرتِ حق سے انھیں منشورِ غفرانی
تعالی اللہ یہ ان کے مقدر کی درخشانی
فنا فی اللہ یہ ہیں عشقِ احمد کے بھی حامل ہیں
دل ان کے مثل آئینہ مصفا اور نورانی
بلند اختر ہیں کیا رتبہ دیا اللہ نے ان کو
تصور کر سکے ممکن نہیں ادراکِ انسانی
مبارک ہو سعادت حج بیت اللہ کی ان کو
مقام ان کا بنائے حق تعالیٰ باغِ رضوانی
دعا عارف کی ہے صبح و مسا یہ ربِّ کعبہ سے
خدا یہ ہو نچا دے بار آور ہوں ان کی سعیِ امکانی

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لیں۔

گذارش: خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں، خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں مکمل سے مکمل جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے اس کی وضاحت ضرور فرمائیں منی آرڈر کوپن پر صاف صاف خوشخط پتہ لکھیں، اگر جدید خریدار ہوں تو اس کی صراحت ضرور کر دیں جواب طلب امور کے لئے جوابی خطوط ارسال کریں۔
شکریہ۔ منیجر

پاکیزہ ذوق، علم و مطالعہ کی کنجی ہے

طالبانِ علومِ نبوّت سے خطاب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

نصاب تعلیم کا دائرۂ عمل

ہمارا نصاب تعلیم کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ یہ نصاب اپنی خوبیوں اور امتیازات کے باوجود دیگر ضروریات کو مکمل نہیں کرتا، کوئی ایسا شخص جو ذمہ دار اور حقیقت پسند ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا نصاب تعلیم زندگی کی تمام ضروریات پر حاوی ہے، ہمارا نصاب تعلیم بھی اس کا مدعی اور ضامن نہیں، نصاب تو درحقیقت اس ملکۂ خاص کا ضامن ہے جو انسان کی زندگی میں قدم قدم پر رہنمائی و قیادت کا کام انجام دے سکے اور انسان کے اندر اتنی استعداد پیدا کر دے کہ وہ کتابوں سے فائدہ اٹھا کر نتائج اخذ کر سکے۔ وہ زندگی کے تمام تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا ضامن نہیں ہوتا۔ قدیم نصاب تعلیم نے یہ بھی دعویٰ نہیں کیا، اگرچہ ہمارے نصاب میں ملکہ پیدا کرنے کی خصوصیت ہے لیکن زندگی کے ہر مرحلے میں ہر انسان کی صحیح رہنمائی کر سکے اس کا وہ بھی مدعی نہیں، آج ماہرین تعلیم کے سامنے یہ مسئلہ بڑا اہم ہے کہ نصاب تعلیم کے علاوہ طلباء کے لیے ایسی کیا چیز مہیا کی جائے، جو زندگی اور منصب و مرتبے کے تقاضوں کو پورا کرے، اور جس ماحول میں ان تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہو اس ماحول سے صحیح رابطہ پیدا کر سکے، یہ مسئلہ مغرب کے دانشوروں سے لے کر مشرق کے عالموں تک کے لیے ایک اہم اور مسئلہ بن گیا ہے۔

ذوق کیسے پیدا کیا جائے۔

ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ طلباء کے لیے کتب خانے مہیا کئے جائیں اور پھر اساتذہ کتابوں کے مطالعہ میں طلباء کی رہنمائی کریں تاکہ طالب علم زندگی کے کارواں سے بچھڑنے نہ پائیں۔ اور جب وہ کسی کتاب کا مکمل مطالعہ کر لیں اور اس پر حاوی ہو جائیں تو ان کو زندگی کی اجنبیت محسوس نہ ہو، ایک راستہ یہ ہے کہ طلباء کو وقتاً فوقتاً ایسے ماہرین تعلیم اور علم و فن کے فضلاء مہیا کئے جائیں جو ان کے سامنے نئے زاویئے اور نئے حقائق پیش کریں اور قدیم علمی معلومات کے علاوہ جدید علوم کے حقائق سے طلباء کو آشنا کریں اس طریقے کو ہمارے ملک میں بھی آزمایا جا رہا ہے یہ مسئلہ یونیورسٹی علی گڑھ جامعہ ملیہ اور مشرقی وسطی کے علمی مرکزوں میں بھی رائج ہے اور حقیقت میں یہ بات انتہائی لائق تحسین و توصیف ہے کہ مشاہیر علم و فن یہاں آکر اپنے خطبات و مقالات سے علم و تعلیم کا نچوڑ آپ کے سامنے پیش کریں، اور آپ بھی اہل علم کی مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہوں کیوں کہ علم و فن کا ذوق جب ہی بنتا ہے، جب اہل علم کی مجلسوں سے ربط قائم رکھا جائے۔ اس کے بعد انسانیت بہت تھوڑے مواد سے کام لے سکتا ہے لیکن ایسا ملکہ جب ہی پیدا ہوگا جبکہ مختلف مجالس اور محافل میں شرکت کی جائے۔ یہ سب باتیں وہی سمجھ سکتا ہے، جو علامہ شبلیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کی محفلوں میں شریک ہوا ہو۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ علامہ شبلیؒ کی مجلسوں میں شریک ہوتے رہے اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہوتے رہے۔ اس کی وجہ سے ان میں وہ شعور اور ذوق اور ملکہ پیدا ہو گیا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

ذوق کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کے سامنے کوئی شعر پڑھا جائے تو آپ اپنے ادبی ذوق سے یہ بتلا دیں کہ یہ فلاں کا شعر ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے سامنے انیسؔ و دبیرؔ کے اشعار پڑھے جا رہے ہوں اور ان کو آپ غالبؔ و ذوقؔ کی طرف منسوب کریں، یا مومنؔ کا شعر ہو اور آپ اس کو کسی اور کا سمجھ رہے ہوں، لیکن یہ سب باتیں مختلف مجلسوں میں شرکت کے بعد پیدا ہوں گی۔

ہمارے لیے یہ بات افسوس ناک ہوگی کہ ہم اس تیز رفتار دور میں طبیعیات، سائنس وغیرہ کی ابتدائی معلومات سے بھی آشنا ہوں جو اس دور میں لازمی اور ضروری ہے، بلکہ اخبارات و رسائل کے سمجھنے کے لیے ان کا علم ناگزیر ہے، اس کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اس قسم کے محفلوں میں شریک ہوں اور معلومات حاصل کریں۔

ایک مثال

انسان کے ذہن میں جب مراتب کا علم نہیں

ہوتا اور موٹی بات نہیں جانتا تو اس جیادار آدمی کے لیے شرفاء کی مجلس میں شریک ہونا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔ جب میں نوعمر تھا، اور میں نے نزہۃ الخواطر میں شاہیر ہند کے حالات نہیں پڑھے تھے۔ اس زمانے میں مولانا سلیمان اشرف صاحب کی مجلس میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں مفتی یوسف صاحب کا ذکر آیا تو اس تذکرے میں مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں بول اٹھا کہ "مفتی صاحب مولانا عبدالحی صاحب کے داماد تھے"۔ تو مولانا سلیمان اشرف صاحب نے فوراً کہا "مولوی صاحب چپ رہو اس وقت میری بہت سبکی ہوئی، لیکن اس سے عبرت حاصل کیجئے کیوں کہ ہو سکتا ہے، اس تذکرے میں مفتی یوسف صاحب سے اور کوئی مراد ہوں[1]، یہاں یہ سمجھیے کہ کہ اگر آپ کے سامنے مولانا سلیمان صاحبؒ کا تذکرہ ہو تو کون مراد ہوگا۔ کئی سلیمان ہیں جو علم و فضل میں بہت ممتاز مقام رکھتے ہیں، اسی طرح قاضی مبارک کا تذکرہ ہو۔ اور کسی کو نہ معلوم ہو کہ قاضی مبارک تین ہیں، اب وہ اس محفل میں بول اٹھے تو کتنی سبکی ہوگی۔ اور شرم و ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

میں نے علماء کی چند ہی ایسی مجالس دیکھی ہیں جہاں خالص علمی گفتگو ہوتی تھی، شروع سے آخر تک تذکرہ ہوتا تو علم ہی کا ہوتا تھا مولانا سید سلیمان ندویؒ کی مجلس، شاہ حلیم عطا صاحبؒ کی مجلس اور علامہ اقبال کی مجلسیں، اگرچہ علامہ اقبال کی مجلس میں صرف دو مرتبہ شریک ہونے کا اتفاق ہوا، مجھے بہت خوشی ہوگی کہ ایسے اہل کمال یہاں آئیں جو اپنے جگر کو آپ کے سامنے نکال کر رکھ دیں اور علم کا نچوڑ پیش کر دیں، لیکن اس کے بعد بھی اگر آپ میں کوئی تغیر نہ ہو اور آپ کی زندگی میں کوئی انقلاب نہ آئے تو یہ بہت بڑی بدنصیبی اور بدنامی کی بات ہے۔

اگر یہاں تاریخ اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کو بلایا جائے تو میرا خیال یہ ہے کہ علوم جدیدہ کے ماہرین کو بھی دعوت دی جائے جو فزکس، طبیعیات اور فلکیات وغیرہ پر آپ کے سامنے تقریر کریں۔ اسی طرح ادبی ذوق کی نشو و نما کے لیے ادیبوں اور شاعروں کو بھی دعوت دی جائے۔

یہ زمانہ اختصاص کا ہے آپ کو ایسی تمام معلومات ہونی چاہئیں کہ آپ یونیورسٹی کے طلباء تو کیا اگر وہاں کے پروفیسروں کے سامنے بیٹھیں تو بے تکلفی سے گفتگو کر سکیں، اور ان کے پاس بیٹھنے میں اجنبیت یا ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ "الاصلاح" بھی اسی لیے ہے کہ آپ کے اندر ذوق علم پیدا ہو، اس "الاصلاح" کے فائدے کا بڑے بڑے لوگوں نے اقرار کیا کہ اس نے ہم کو سب کچھ بتا دیا۔ مولانا نے کتابوں کے مطالعے کے متعلق فرمایا کہ انتخاب بھی بہت بڑی چیز ہے مطالعہ کے لیے انتخاب کے ساتھ مولانا نے ان مجلسوں میں شرکت کے فائدے کو بیان کرتے ہوئے شعر پڑھا کہ ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

پھر فرمایا کہ دینی ذوق بھی اسی طرح بنتا ہے کہ آپ اہل اللہ کے پاس بیٹھیں، مولانا نے فرمایا کہ ذوق کی تشریح نہیں کی جا سکتی، یہ تو خدا جس کو دیتا ہے، وہی سمجھ سکتا ہے، ہر چیز کا ایک ذوق ہوتا ہے۔ جو صرف اہل ذوق سے پیدا ہوتا ہے۔ ذوق ہر چیز کا بڑی مشکل سے پیدا ہوتا ہے، آج حیات انسانی کا ذوق مفقود ہے۔ صاف ستھری پاکیزہ زندگی گزارنے کا ذوق پیدا نہیں کر سکے، آج بھی وہاں مشینوں کی کثرت کے باوجود انسان کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور اس کو مرکزی اہمیت حاصل ہے، خوب یاد رکھئے کہ یہاں جو آپ کے اساتذہ ہیں، انھیں سے آپ کا کام چلے گا انھیں ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے آپ کا چراغ زندگی روشن ہوگا، انھیں سے آپ اپنے دل کا چراغ منور کریں گے۔ آپ یہ چاہیں کہ کسی اور طریقے سے یا دوسرے چراغوں سے اپنی زندگی اور دل کے چراغ روشن کر لیں تو یہ ناممکن ہے۔

اعتماد، اعتقاد اور اتحاد

خوب سمجھ لیجیے کہ ان ہی اساتذہ کی محفلوں میں شرکت کر کے آپ صحیح ذوق و شوق پیدا کر سکتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اعتماد اور ایک حد تک اعتقاد اور اتحاد کے ساتھ بیٹھیں، یاد رکھئے کہ مخلص و غیر مخلص اچھے اور برے بلکہ انسان کا فرق سمجھنے کے لیے کہیں بھی اصول و ضوابط منضبط نہیں ہوتے بلکہ یہ بات صرف ذوق ہی سے معلوم ہوتی ہے۔

آج تمام مدارس میں ایک خلا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اساتذہ اور طلباء میں ربط نہیں ہے، بلکہ ان کے درمیان ایک خلیج حائل ہے۔ اور وہ صرف درس کے اساتذہ اور درس کے طلباء ہو کر رہ گئے ہیں، اس خلا کو پر کر دینے کی اور اس خلیج کو پاٹنے کی ضرورت ہے، اس میں مدارس کی کامیابی و ترقی مضمر ہے ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

(ماخوذ از: پا جا سراغِ زندگی)

[1] اس سے مراد مفتی یوسف بن اصغر فرنگی محلی مراد تھے، جو عہد شاہی میں بڑے مدرس اور مفتی تھے۔

اسلام

دونوں جہاں کی بادشاہی،

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دین اور دنیا دونوں کی برکتیں لے کر آئے آپ نے صرف آسمانی بادشاہی کی خوشخبری نہیں سنائی، بلکہ آسمانی بادشاہی کے ساتھ دنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دی، تاکہ دنیا میں خدا کی بندگی بے خوف و خطر کی جا سکے اور خدا کی بادشاہی دنیا میں قائم ہو۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ (نور۔۷)

خدا نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے، یہ وعدہ کیا، کہ وہ ان کو زمین میں حاکم بنائے گا، جیسا کہ ان کو حاکم بنایا تھا۔ جو ان سے پہلے تھے، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو جس کو اس نے ان کے واسطے پسند کیا ہے، جما دے گا، اور ان کو ان کی اس بے امنی کے بدلے امن دے گا، میری بندگی کریں گے، میرا کسی کو ساجھی نہ بنائیں گے۔

اور اس کے لیے خدا کے نافرمانوں سے لڑائی لڑی جائے، تاکہ سارا حکم اسی ایک کا ہو جائے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (انفال۔۵)

اور ان سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فساد نہ رہے، اور سب اللہ کا حکم ہو جائے،

قرآن نے خدا کے بعض نیک بندوں کی دعا، یہ بتائی ہے،

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بقرہ۔۲۵)

اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھلائی دے، اور آخرت میں بھلائی دے، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

آخرت کی بھلائی تو معلوم ہے، لیکن دنیا کی بھلائی ..... ہمارے مفسروں نے یہ بتائی ہے، علم و عبادت، تندرستی، روزی، مال و دولت، فتح و نصرت، اولاد صالح، مگر یہ بھی خدا کے اطلاق کی تحدید ہے دنیا کی بھلائی، دنیا کی ہر وہ بھلائی ہے جو خدا کی شریعت میں جائز ہے، ایک اور جگہ فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَّلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ۔ (نحل۔۳)

اور جنھوں نے نیک کام کیے، ان کے لیے دنیا میں بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے، اور پرہیزگاروں کا گھر کیسا اچھا ہے،

مقصود یہ ہے کہ نیکوکاروں کے لیے دنیا کی بھلائی اور عزت بھی ہے اور آخرت کی بھی، لیکن آخرت کی بھلائی دنیا کی بھلائی سے زیادہ بہتر اور زیادہ خوب ہے۔

جن لوگوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کی بازی لگائی ہے، ان کو بشارت ہے،

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (آل عمران۔۱۵)

تو اللہ نے ان کو دنیا کا ثواب اور آخرت کا بھلا ثواب عنایت کیا، اور اللہ نیکی والوں کو چاہتا ہے"

دنیا کا ثواب فتح و نصرت، ناموری و عزت، مال و دولت، اور حکومت و سلطنت ہے، جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا۔ اور خوشی خوشی ہر طرح کی تکلیف جھیلی، خدا نے ان کو دونوں جہاں کی نعمتیں بخشیں۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ۔ (نحل۔۶)

اور جنھوں نے گھر چھوڑا اللہ کے لیے ستائے جانے کے بعد ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے۔ اور بے شک آخرت کی مزدوری سب سے بڑی ہے،

دنیا کا اچھا ٹھکانا دنیا کی ہر جائز نعمت اور معلوم و حکومت ہے، ان سب آیتوں میں یہ بات خیال کے قابل ہے، کہ ایمان اور نیکی والوں کو گو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کی امید دلائی گئی ہے، مگر ہر جگہ یہ بتا دیا گیا ہے، کہ دنیا کی ہر بھلائی سے آخرت کی بھلائی اونچی، اچھی اور پائیدار ہے اس لیے دنیا کی بھلائی ہماری زندگی کا اولین مقصد نہیں، بلکہ ثانوی مقصد ہو یعنی آخرت کے کاموں کے صدقہ میں ہو، ورنہ اگر دنیا ہی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تو

دنیا تو مل جائے گی، مگر آخرت ہاتھ نہ آئے گی۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (ہود-۲)

جو کوئی دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش چاہے، تو ہم ان کے عمل ان کو اسی دنیا میں بھر کر دیتے ہیں اور کمی نہیں کی جاتی، یہ وہ ہیں جن کے لیے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں، اور وہاں جو کیا تھا مٹ گیا، اور ان کی کمائی اکارت گئی۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ۔ (شوریٰ-۳)

جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہو تو ہم اس کی کھیتی بڑھا دیتے ہیں، اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہو، تو ہم دنیا میں سے اس کو کچھ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا (بنی اسرائیل-۲)

جو کوئی چاہتا ہو دنیائے عاجل کو تو ہم جلد دیدیتے ہیں جس کو جو چاہتے ہیں پھر ہم نے اس کے لیے دوزخ کو بنایا۔ وہ اس میں داخل ہوگا۔ برا ہو کر دھکیلا جا کر اور جو کوئی آخرت چاہے اور اس کی پوری کوشش کی۔ اور وہ ایمان والا ہو۔ تو ہم وہی ہیں جن کی کوششوں کی قدر کی جائے گی۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (نساء-۱۹)

تو جو کوئی دنیا کا ثواب چاہتا ہے (اس کو) معلوم ہو کہ اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے

پھر وہ کتنا احمق ہے جو صرف دنیا کے ثواب کا طالب ہے حالانکہ خدا کے پاس تو دونوں جہان کے خزانے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ جو تنہا دنیا کا طالب ہے، وہ آخرت سے محروم ہے لیکن جو آخرت کا طلبگار ہے اس کے لیے دونوں گھروں کے دروازے کھلے ہیں۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت حکومت اور سلطنت اور دنیا کی سیاست داری ہے، یہاں تک کہ کتاب اور نبوت کی دولت کے بعد اسی کا درجہ ہے،

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا۔ (نساء-۸)

تو ہم نے ابراہیم والوں کے دلوں کو کتاب اور حکمت دی اور بڑی سلطنت بخشی۔

حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو کہتے ہیں۔

يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا۔ (مائدہ-۴)

اے میرے لوگو! اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو، جب تم میں نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا،

یہ نعمت کسی کے دینے لینے سے نہیں ملتی، اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، وہ جس کو چاہے، دے اور جس سے چاہے چھین لے۔

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔ (آل عمران-۳۰)

اے اللہ! اے سلطنت کے مالک تو جسے چاہے سلطنت بخشے اور جس سے چاہے چھین لے،

وہ دیتا کس کو اور چھینتا کس سے ہے، اس کے متعلق اس نے اپنا قاعدہ کلیہ بتا دیا ہے،

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ إِنَّ فِي هٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ۔ (انبیاء-۷)

بے شک زمین کے مالک میرے صالح بندے ہوتے ہیں۔ اس اعلان میں خدا کے فرمانبردار بندوں کے لیے پیام ہے،

مسلمانوں کو جب اس نعمت ملنے کی بشارت ملی تھی، تو ساتھ ہی یہ بتا دیا گیا کہ یہ نعمت ان کے کن کاموں کا معاوضہ ہے۔

فرمایا:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (حج-۶)

اور البتہ خدا اس کی مدد کرے گا، جو اس کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ زبردست قوت والا ہے، وہ کہ ہم اگر ان کو زمین میں جما دیں، تو وہ نماز کھڑی کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ اچھے کاموں کو کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے روکیں اور ہر کام کا انجام خدا کے اختیار میں ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جو اچھے کاموں کو کہے گا اور برے کاموں سے روکے گا وہ پہلے خود اچھا ہوگا۔ اور برے کاموں سے باز رہتا ہوگا۔ خدا کی مدد کرنے کے معنیٰ یہ ہیں، کہ خدا کے دین حق کی مدد کی جائے، جو لوگ حق کی مدد کے لیے اٹھتے ہیں، خدا اُن کی مدد فرماتا ہے۔ ان آیتوں سے یہ اشارہ بھی نکلا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں خدا کے قانون کے اجراء کی طاقت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اسلام میں سارے حدود اور تعزیرات اسی منشاء کے مطابق ہیں، زنا کی حد میں فرمایا۔

وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (نور-۱)

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

عیسائیت کی خفیہ سرنگ

محمد آصف دہلوی

دورانِ سفر ایک صاحب سے میں نے دریافت کیا، کیا آپ نے سلمان رشدی کی لکھی ہوئی کتاب "شیطانی آیات" پڑھی ہے۔؟ اس میں کیا لکھا ہے جو اس قدر مخالفت ہو رہی ہے؟

انھوں نے کہا "پڑھی تو میں نے بھی نہیں مگر سنا ہے کہ اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت توہین (خاکم بدہن) کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے اس قدر احتجاج کیا جا رہا ہے۔"

دورانِ گفتگو انھوں نے کہا کہ مجھے ایک پرانا قصہ یاد آ گیا۔ وہ قصہ یوں ہے:۔

"میرے ایک دوست جو علی گڑھ میں نواب چھتاری کے ہاں کسی اونچی ملازمت پر تعینات تھے۔ اور نواب صاحب ان سے کافی بے تکلف تھے۔ انھوں نے یہ واقعہ سنایا کہ نواب صاحب ہندوستان کی تقسیم سے پہلے انگریزوں کے بڑے بہی خواہ تھے۔ مسلم لیگ اور کانگریس پارٹی سے بالکل لاتعلق تھے اور سیاست میں انگریزوں کے ہر طرح مددگار تھے اسی لئے انگریزی حکومت نے ان کو یوپی کا گورنر بنا دیا تھا۔

"ایک بار برطانوی حکومت نے سب ہندوستانی صوبوں کے گورنروں کو مشورے کے لئے انگلستان بلایا تو نواب صاحب بھی بحیثیت گورنر انگلستان گئے یہاں علی گڑھ کا جو بھی کلکٹر نیا آتا تھا ان سے برابر ملتا رہتا تھا اور کبھی کبھی آگرہ کا کمشنر بھی۔ ان سب افسروں کے نواب صاحب سے عمدہ تعلقات تھے۔ جب نواب صاحب لندن پہونچے تو جو کلکٹر اور کمشنر ان کے پرانے ملاقاتی تھے اور ریٹائر ہو کر انگلستان چلے آئے تھے جب انھیں نواب صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ملنے آئے ان میں سے ایک کلکٹر جو نواب صاحب سے بہت مانوس تھا اس نے کہا:۔

"نواب صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں تو آئیے، میں آپ کو یہاں کے عجائب خانے دکھا دوں جن میں ہزاروں برس پرانی ایسی ایسی چیزیں ہیں جو آپ نے کبھی دیکھی اور سنی نہ ہوں گی۔"

نواب صاحب نے کہا:۔ "عجائب خانے تو میں نے سب دیکھ لئے حکومت نے دکھا دیئے ہیں اور یہاں جو بھی آتا ہے دیکھ کر ہی جاتا ہے البتہ اگر تم کچھ دکھانا ہی چاہتے ہو تو ایسی چیز دکھاؤ جو یہاں سے کوئی اور دیکھ کر نہ گیا ہو۔"

انگریز کلکٹر نے کہا "نواب صاحب! ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے جسے کوئی اور دیکھ کر نہ گیا ہو؟... میں سوچ کر پھر بتاؤں گا۔"

دو روز بعد وہ آیا اور اس نے کہا کہ "نواب صاحب! میں نے سوچ لیا اور معلومات بھی حاصل کر لی ہیں اب آپ کو ایسی چیز دکھاؤں گا جو اور کوئی یہاں سے دیکھ کر نہیں گیا۔" اس پر نواب صاحب خوش ہو گئے اور کہا کہ "بس ٹھیک ہے۔" کلکٹر نے نواب صاحب سے پاسپورٹ مانگا اور کہا کہ "وہ جگہ دیکھنے کے لئے حکومت سے تحریری اجازت لینی ہوتی ہے اس لئے پاسپورٹ کی بھی ضرورت ہوگی۔" دو ایک روز بعد وہ نواب صاحب کا اور اپنا تحریری اجازت نامہ لے کر آیا اور کہا کہ "کل صبح آپ میرے ساتھ میری موٹر میں چلیں گے، سرکاری موٹر نہیں لے جائے گی۔" نواب صاحب اس پر راضی ہو گئے۔ اگلے روز نواب صاحب اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکل کر ایک طرف جنگل شروع ہو گیا۔ اس میں ایک چھوٹی سی سڑک تھی جس پر جوں جوں چلتے گئے جنگل گھنا ہوتا گیا۔ راستے میں کوئی پیدل چلتا نظر آیا نہ کسی قسم کی سواری پر نظر پڑی۔ کسی طرح کی آمد و رفت کا سلسلہ نہیں تھا۔ چلتے چلتے کوئی آدھ گھنٹہ گذرا تو نواب صاحب نے دریافت کیا "کیا دکھانے لے جا رہے ہو؟ کوئی جنگلی جانور ہے یا کوئی تالاب جس میں خاص قسم کے جانور ہیں؟ اس طرف آبادی ہے نہ آمد و رفت، ابھی اور کتنا چلنا ہے؟" اس نے کہا "بس، تھوڑی دیر بعد وہ جگہ آئے گی۔ جنگلی جانور یا کوئی تالاب وغیرہ۔

تھوڑی دیر بعد ایک بڑا دروازہ آیا جو ایک بڑی عمارت کے مین گیٹ کی صورت میں تھا۔ اس میں آگے اور پیچھے دروازے تھے اور آگے بھی اور دونوں طرف فوجی چہرہ تھا۔ کلکٹر نے موٹر سے اتر کر پاسپورٹ اور تحریری اجازت نامہ دکھایا اس نے دونوں رکھ لئے اور اندر آنے کی اجازت دے دی مگر یہ کہا کہ آپ اپنی موٹر یہیں چھوڑ دیجئے اور اندر جو موٹریں کھڑی ہیں ان میں سے کوئی لے لیجئے۔ نواب صاحب نے دیکھا یہ دروازہ کسی عمارت کا نہیں تھا اور اس کے دونوں طرف دیواروں کے بجائے بہت گھنی جھاڑیاں اور کانٹے دار درخت تھے جن میں سے کسی کا گذرنا ممکن نہ تھا۔

موٹر چلتی رہی مگر گھنے جنگل اور جنگلی درختوں کی دیوار کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ نواب صاحب نے گھبرا کر پوچھا "کب وہاں پہونچیں گے۔؟" اس نے کہا "بس پہونچ گئے۔ دیکھئے وہ جو عمارت نظر آ رہی ہے وہاں جانا ہے۔" پھر اس نے خاص طور پر یہ کہا۔ "اس عمارت میں جب داخل ہوں گے

تو ہر چیز دیکھے سنئے مگر آپ کسی سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کریں گے، بالکل خاموش رہنا ہے آپ کو جو کچھ دریافت کرنا ہو وہ مجھے بتا دیجئے گا۔ ویسے تو میں خود ہی بتاتا جاؤں گا۔" نواب صاحب نے کہا "اچھا، ٹھیک ہے۔ عمارت سے تھوڑے فاصلے پر انھوں نے موٹر چھوڑ دی اور پیدل عمارت کی طرف بڑھے۔ یہ ایک بڑی سی عمارت تھی جس شروع میں دالان تھا۔ اس کے پیچھے متعدد کمرے تھے جب دالان میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان داڑھی مونچھوں والا، عربی کپڑے پہنے اور سر پر رومال ڈالے ایک کمرے سے نکلا۔ ایک دوسرے کمرے سے دو ایک نوجوان اور نکلے، ان لوگوں نے پہلے کمرے سے نکلنے والے لڑکے سے کہا "السلام علیکم"۔ دوسرے نے جواب دیا "وعلیکم السلام کیا حال ہے؟" نواب صاحب حیران رہ گئے۔ جب لڑکے ان کے قریب سے گذرے تو نواب صاحب نے کچھ دریافت کرنا چاہا مگر کلکٹر نے فوراً اشارے سے منع کر دیا پھر کلکٹر نے انھیں ایک کمرے کے دروازے پر لے جا کر کھڑا کیا۔ دیکھا کہ فرش اندر بچھا ہے اور اس پر عربی لباس میں متعدد طلبہ بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ان کے استاد بالکل اسی طرح بیٹھے سبق پڑھا رہے ہیں جیسے اسلامی مدرسوں میں اساتذہ پڑھاتے ہیں طلبہ عربی میں اور کبھی انگریزی میں استاد سے سوال کرتے تھے۔

کلکٹر نے نواب صاحب کو سب کمرے دکھائے اور ہر کمرے میں جو تعلیم ہو رہی تھی وہ بھی بتائی۔ نواب صاحب نے دیکھا کہیں کلام مجید پڑھایا جا رہا ہے، کہیں قرأت سکھائی جا رہی ہے۔ کہیں معنی اور تفسیر کا درس ہو رہا ہے۔ کہیں احادیث پڑھائی جا رہی ہیں، کسی جگہ بخاری شریف کا درس ہو رہا ہے تو کہیں مسلم شریف کا، کہیں مسئلے مسائل سکھائے جا رہے ہیں اور کہیں اصطلاحات کی وضاحت اور کہیں مناظرہ ہو رہا ہے۔ یہ سب دیکھ کر نواب صاحب بہت حیران ہوئے، ان کا جی چاہتا تھا کہ ایک آدھ طالب علم کے کمرے سے نکلتے وقت کوئی سوال کریں مگر کلکٹر ان کو اشارے سے روک دیتا تھا۔ یہ سب دیکھ کر جب واپس ہوئے تو نواب صاحب نے کہا: "اتنا بڑا دینی مدرسہ ہے جس میں اسلام کے ہر پہلو کی اس قدر عمدہ تعلیم دی جا رہی ہے اور باریکے باریک باتیں سکھائی جا رہی ہیں۔ آخر یہ مسلمان طلبہ کو اس طرح علاحدہ کیوں بند کر رکھا ہے اور کیوں چھپا رکھا ہے۔ تب کلکٹر نے کہا کہ: "ان میں کوئی مسلمان نہیں، یہ سب عیسائی مشنری ہے"۔

نواب صاحب کو مزید حیرت ہوئی اور انھوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو کلکٹر نے کہا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھیں مسلمان ممالک میں خصوصاً مشرقِ اوسطیٰ بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں یہ لوگ کسی بڑے شہر کی کسی بڑی مسجد میں جا کر نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نمازیوں سے کہتے ہیں کہ وہ انگریز ہیں۔ انھوں نے مصر میں ازہر یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے اور مکمل عالم ہیں۔ انگلستان میں اسلامی ادارے نہیں جہاں وہ تعلیم دے سکیں اور نہ مسجدیں ہیں اس لئے جلا وطنی اختیار کی ہے وہ سردست تنخواہ نہیں چاہتے بلکہ صرف کھانا اور سر چھپانے کا ٹھکانا اور پہننے کے کپڑے درکار ہیں۔ وہ مسجد میں مؤذن یا پیش امام یا بچوں کو کلام مجید کے معلّم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے کو تیار ہیں اگر کوئی بڑا تعلیمی ادارہ ہو تو اس میں استاد کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں ان میں سے کسی کو مسجد یا مدرسے میں رکھ لیا جاتا ہے تو مقامی لوگ بطور امتحان ان سے مسئلہ مسائل بھی معلوم کرتے ہیں۔ اور وہ کافی وشافی جواب دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد جب کوئی اختلافی مسئلہ آتا ہے تو لوگ ان کے معتقد بن جاتے ہیں اور وہ اس اختلافی مسئلے پر ان کی دو پارٹیاں بنا کر خوب اختلاف پیدا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس طرح آپس میں لڑاتے ہیں۔ سو اس ادارے کا پہلا اصلی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو باہم لڑاؤ۔ چنانچہ شرق اوسط میں گرجاؤں کے پادریوں کے ایک سالانہ جلسے میں Zavyar نامی پادری نے بحیثیت صدر اپنی تقریر میں یہ کہا کہ مسلمانوں سے ہم مناظرے میں نہیں جیت سکتے اس لئے ہم نے اسے چھوڑ کر یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ انھیں آپس میں لڑاؤ اس میں ہم کامیاب ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔

اس مدرسے کا مقصد یہ ہے کہ حضور کا درجہ جس طرح بھی ہو سکے گھٹاؤ تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کی جو عزت اور محبت ہے وہ کم ہو جائے اس کے بغیر ہم مسلمانوں پر قابو نہیں پا سکتے۔ کیونکہ محض مسلمانوں کے سیاسی اختلاف سے اسلام ختم نہیں ہوگا۔

کلکٹر کی ان باتوں پر نواب صاحب حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہے تھے۔ دنیا بھر کے عیسائیوں نے اپنے اس پروگرام پر کئی پہلوؤں سے عمل کیا۔ برصغیر میں انگریزی حکومت کے زمانے میں کتاب رنگیلا رسول لکھائی گئی۔ اس کے بعد غلام احمد قادیانی کو نبی بنایا گیا۔ ان سے جو کتابیں مذہب کے متعلق لکھوائی گئیں وہ اندرون خانہ اسی مسیحی ادارے کی کاوش کا نتیجہ تھیں ورنہ غلام احمد کی بذات خود کیا قابلیت تھی۔ اسی طرح ایک ڈیڑھ عشرہ پہلے امریکہ میں رشاد خلیفہ نے اعلان کیا کہ اس نے کمپیوٹر کے ذریعہ عدد ۱۹ کی بنا پر قرآن مجید کو اللہ کا کلام ثابت کیا ہے۔ جب لوگ اس کے معتقد ہو گئے تو اس نے قرآن میں چند آیتیں تحریف شدہ بتا دیں، پھر کہا کہ میرا نام "خلیفہ" قرآن

مجید میں موجود ہے اور پھر اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ جن لوگوں کو اس میں شبہ ہوا ان کے لئے مناظرے کا دن اور تاریخ مقرر کر دی اس نے جب قرآن میں چند آیتوں کی تحریف کا اعلان کیا تو لوگوں نے کمپیوٹر کے ذریعے اس کے بنائے ہوئے حساب نقشے کی جانچ کی جو غلط ثابت ہوا، مسلمان علماء مناظرہ کے لئے تیار تھے مگر مقررہ وقت مناظرے سے پہلے غلام احمد قادیانی کی طرح اسے موت نے آدبوچا اور یوں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا، رشاد خلیفہ کا خاتمہ تو ہو گیا لیکن باقی ہے اس کا فتنہ، اس کا ادارہ اور سینٹر اور اس کے رفیق حسب سابق کام کر رہے ہیں اس کا تحریف شدہ قرآن امریکہ میں عام طور پر ملتا ہے (صدیقی ٹرسٹ)

اب سلمان رشدی کی کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے، کتاب چاہے سلمان رشدی نے خود لکھی ہو مگر مالا غالباً اسی مسیحی ادارے کا تیار کردہ ہے، انگریزی حکومت نے بھی اس کی حفاظت کے لئے پولیس کے دو آدمی مستقلاً ساتھ لگا رکھے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح کے انتظامات ہیں اور اس ملعون کی حفاظت پر لاکھوں پونڈ خرچ ہو رہے ہیں جبکہ انگلستان میں رہنے والے کئی اور افراد کو بھی موت کی دھمکی دی جا رہی ہے وہ حفاظت کے لئے حکومت سے درخواست کرتے ہیں مگر اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا جاتا، حال ہی میں چند مالدار انگلستانی سکھ بالشندے بھارتی سکھوں کے خالصتان بنانے کے خلاف اور بھارتی حکومت کے طرفدار تھے، خالصتان حامی سکھوں نے انھیں قتل کی دھمکی دی تو انھوں نے برطانوی حکومت سے مدد چاہی مگر حکومت نے کوئی خاص انتظام نہیں کیا اور وہ مالدار سکھ مارے گئے لیکن سلمان رشدی کی کیا خصوصیت ہے کہ برطانوی حکومت نہ صرف اس قدر سخت حفاظتی انتظام کر رہی ہے بلکہ سیاسی طور پر ایران پر زور ڈال رہی ہے کہ امام خمینی کا فتویٰ واپس لیا جائے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سازشوں سے آگاہ رہیں اور اپنے گروہی و فرقہ وارانہ اختلافات کو ختم کر دیں جو ان کی اجتماعی قوت کو نہایت کمزور کئے دیتے ہیں، انہی اختلافات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان بوسنیا، کشمیر اور فلسطین میں ہر جگہ بے کس و مظلوم ہیں مگر عالم اسلام ان کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔

(بشکریہ منشور کاشف اورنگ آباد نومبر ۱۹۹۶ء)

دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدردان مہدیا مین صدیقی کی مختصر علالت کے بعد ۲ فروری ۱۹۹۷ء کو ان کے آبائی وطن ندیلہ میں انتقال کر گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مشہور عالم دین و ممتاز فقیہ

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی کے تیس سالہ مطالعہ کا حاصل اہم تصنیف

موجودہ زمانہ کے مسائل کا شرعی حل (نیا حسین ترین ایڈیشن)

جسمیں زمانہ حاضر کے پیدا کردہ تمام ضروری مسائل مثلاً: بینک انشورنس، پراویڈنٹ فنڈ، سود کا مصرف، سود سے ٹیکسوں کی ادائگی، حق تصنیف و طباعت، ہندوستان کی زرعی زمینوں کی شرعی حیثیت و حکم، دو ملکوں کے سکوں کا تبادلہ، ٹیلیویژن، وی سی آر، فیملی پلاننگ، نلکی زادہ، انسانی خون واعضاء کا استعمال، مشینی ذبیحہ، ہندوستانی ترانہ (وندے ماترم) یہ اور ان جیسے ایک سو سے زیادہ عنوانات پر اسلامی اصول و تعلیمات کی روشنی میں عام فہم اور محققانہ گفتگو کر کے شرعی حکم بتایا گیا ہے۔

اس کتاب کا ہر مدرسہ، ہر مسلم ادارے بلکہ ہر مسلمان کے گھر میں ہونا خاص طور سے اہلِ علم کے مطالعہ میں رہنا ضروری ہے۔

(کتابت، طباعت، کاغذ، نہایت اعلیٰ پانچ رنگوں کا حسین ٹائٹل۔ صفحات ۲۸۶ قیمت صرف ۹۰ روپے)

تحریک آزادیٔ نسواں، جنسی دہشت گردی کی تحریک ہے

جناب سید علی کلکتہ

آزادیٔ نسواں اسلام کے خلاف ایک سازش

آزادیٔ نسواں کے نام پر جس قسم کے معاشرتی انقلاب کا خواب دیکھا جا رہا ہے اس کی نمایاں تعبیر یہ نکل رہی ہے کہ عورتوں پر تشدد کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہونے لگا ہے۔ ان کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے کے ساتھ ان کی زندگی بھی خطرے میں گھر گئی ہے۔ کچی عمر کی بچیوں کی اجتماعی عصمت دری اور پھر قانون کی پکڑ سے بچنے کے لئے ان کو بے دردی سے قتل کر کے جنگل جھاڑیوں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ دہلی کی تازہ خبر یہ ہے کہ ملک کی راجدھانی میں ۱۹۹۵ء کے مقابلہ میں ۱۹۹۶ء میں عورتوں کے ساتھ تشدد کے واقعات میں ۳۰ فی صد اضافہ ہوا ہے۔ یہ وہ سرکاری رپورٹ ہے جو پارلیمنٹ میں پیش کی گئی ہے۔ غیر سرکاری اعداد و شمار اس سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ مگر آزادیٔ نسواں کے علمبرداروں کا اب بھی اصرار یہی ہے کہ ابھی پوری آزادی عورتوں کو نہیں ملی ہے، پوری آزادی مل جائے گی تو تشدد کے واقعات میں خود بخود کمی آجائے گی۔ یعنی عریانی اور برہنگی کو اور فروغ حاصل ہونا چاہئے، حسن و جمال اور جسموں کی نمائش کی دوڑ اور تیز ہونی چاہئے، مخلوط مجلسوں کو زیادہ سے زیادہ وسعت دینی چاہئے، ناؤ و نوش کا اہتمام اور بڑھانا چاہئے، اور فلموں اور دوردرشنوں کے ذریعہ عملی جنسی مناظر اور شہوت انگیز اشتہارات کی اچھی طرح تشہیر ہونی چاہئے۔ بھوک مٹ جائے گی تشدد ختم ہو جائے گا۔

عورتوں کی عصمت کے ساتھ تمسخر

عورتوں کی شخصیت اور مرتبہ کے تعلق سے مادہ پرست دنیا ہمیشہ افراط و تفریط، عدم توازن اور تضاد کا شکار رہی ہے۔ اس نے کبھی اس کو داسی کا درجہ دیا، کبھی دیوی کا۔ کبھی گرایا تو ذلت و رسوائی کی آخری سطح تک جا پہونچایا۔ اس کو ذلت و گناہ کا مجسمہ سمجھا، انسانی مصائب کا موجب قرار دیا، وراثت اور ملکیت کے حقوق سے محروم رکھا اور خرید و فروخت کی جنس بنا دیا۔ کبھی اٹھایا تو اس اہتمام کے ساتھ کہ وہ لذت و لطف اور شہوانی تسکین کی شئے بن کر رہ گئی اور شرم و حیا اور عفت و عصمت جو اس کی شخصیت کا انمول زیور تھا سب چھن گیا۔ تہذیب نو نے اس کو آدی باسیوں سے بھی زیادہ غیر مہذب اور جنگلی بنا دیا۔ ادھر ایک عرصہ سے مغربی شاطروں نے آزادیٔ نسواں اور حقوقِ نسواں کی تحریک چلا رکھی ہے جس کی ہر لہر پر عورت اپنا نسوانی گوہر کھوتی چلی جا رہی ہے۔ مغربی معاشرہ کے بکھراؤ کو مشرقی آنکھیں بھی دیکھ رہی ہیں مگر ان کی آنکھیں کھل نہیں رہی ہیں وہ بھی آنکھ اور دماغ بند کر کے ان کی تقلید میں اسی زوال پذیر معاشرہ کی طرف اندھا دھند بڑھتی جا رہی ہیں۔

آزادیٔ نسواں کیا ہے؟ آزادیٔ نسواں کا معصوم سا تصور بس یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کے ظلم اور استحصال سے بچایا جائے اور ہر سطح پر مردوں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا جائے۔ عورتوں کو بھی ویسی ہی سیاسی، معاشی اور سماجی آزادی حاصل ہونی چاہئے جیسی کہ مردوں کو حاصل ہے۔ وہ صرف اخلاقی مرتبہ اور انسانی حقوق میں ہی مساوی نہ ہوں بلکہ تمدنی زندگی میں وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس تصور کے خالق اور محرک بھی خود ظالم مرد ہی ہیں جو مظلوم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور آزادیٔ نسواں کی تحریک کی سربراہی کر رہے ہیں۔ مسئلہ صرف ظالموں کے ظلم سے نجات دلانا، اخلاقی حقوق اور انسانی حقوق میں مساوی درجہ دلانا اور اس کی فطری ترقی کے مواقع فراہم کرنا ہوتا تو یہ عین پسندیدہ بات ہوتی لیکن مقصد "مقید پنچھی" کو صرف آزاد کرانا ہی نہیں اس کو شکاریوں کے حوالہ کرنا بھی ہے۔

عورت کی منفرد شخصیت

عورت کی اپنی مخصوص پہچان ہے اس کی اپنی منفرد شخصیت ہے۔ اس کی فطری ترقی کے مستقل دائرے ہیں۔ وہ گھر کی قانونی ملکہ ہے۔ بنی نوع انسان کی بقا کا ذریعہ ہے۔ خاندان کی معمار ہے۔ اس کا ایک محبوب رنگ بیوی کا ہے، ایک پر عظمت رنگ ماں کا ہے، ایک راحتِ جاں رنگ بیٹی کا ہے۔

ان تمام رنگوں کے قوس قزح سے اس کی شخصیت مکمل ہوتی ہے اور اس کی ایک پہچان بنتی ہے۔ یہ سارے رنگ اڑا دیئے جائیں تو عورت، عورت نہیں رہتی اس کی حیثیت ایک جنسی لاش کی رہ جاتی ہے۔ آج کل آزادیٔ نسواں کے نام پر جو تحریک چل رہی ہے اس کے نتیجہ میں مرحلہ وار عورت کی شخصیت ایک نئے قالب میں ڈھلتی جا رہی ہے اور وہ ایک جنس شہوت کے روپ میں ابھر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آزادیٔ نسواں کی تحریک خوفناک انتقامی اور استحصالی تحریک ہے، فطرت سے

بغاوت کی تحریک، ایسی تحریک جس سے عورت، عورت رہ سکے نہ مرد بلکہ ایک مخلوق تعیش بن کر رہ جائے۔

آزادانہ اختلاط ایک فریب

آزادیٔ نسواں کی تحریک دراصل آزادیٔ نسوانیت اور جنسی دہشت گردی کی تحریک ہے۔ یہ کسی فطری مطالبے کی تحریک نہیں ہے بلکہ ایک منفی تحریک ہے جو فطری نظام معاشرت کے مقابلہ میں مغربی معاشرت کے نام سے اٹھی ہے۔ اس تحریک ..... کے تین بنیادی ستون ہیں۔ (۱) عورتوں اور مردوں کی مساوات (۲) معاشی استقلال اور (۳) آزادانہ اختلاط۔ مساوات کے نام پر یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اخلاقی اور انسانی حقوق میں ہی نہیں بلکہ معاشی، سیاسی اور اجتماعی زندگی میں بھی عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیئے جائیں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ دفتروں، ہوٹلوں، کارخانوں کی ملازمت سے لے کر کشتی، کبڈی، تیراکی جمناسٹک اور کھیل کود کے میدان تک اور رقص و سرود سے لے کر ماڈلنگ اور بیوٹی کنٹسٹ تک آزادی کا دائرہ وسیع ہونا چاہئے۔ اگرچہ آزادی کے لئے بھی کچھ پابندیوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن عورتیں چونکہ بہت مظلوم ہیں اس لئے ان کو مطلق آزادی ملنی چاہئے۔ اس آزادی میں برہنگی کی آزادی، شادی بیاہ سے آزادی، تولید و تناسل کی آزادی، لباس و پوشاک کی آزادی، ساری آزادیاں شامل ہیں۔ جسمانی ساخت اور فطری قوت کارکردگی کی بنیاد پر مرد و عورت میں تفریق کرنا درست نہیں ہے۔

گھریلو نظام کی تباہی

عورت کو معاشی استقلال کے نام پر گھر سے نکال کر بازار میں لا بٹھایا گیا تاکہ وہ معاشی اعتبار سے خود کفیل ہو جائے کسی کی دست نگر نہ رہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھر کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ "مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام سنبھالے" کا فطری اصول تباہ ہو گیا۔ معاشی مساوات سے خاندانی نظام بھی بگڑ گیا اب یہ طے ہوا کہ مرد اور عورت دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ معاملہ اور آگے بڑھا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ گھر بسانے کی ذمہ داری عورت کیوں قبول کرے، بچے پیدا کرنے اور اس کی تعلیم و تربیت کا جھنجھٹ وہ کیوں پالے اور اپنے اوپر دوسری معاشرتی، اخلاقی اور قانونی پابندیاں کیوں عائد کرے؟ ان عائلی بندشوں سے آزادی کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک مرد اور عورت کے درمیان صرف شہوانی رشتہ باقی رکھا جائے۔ اس کے بعد یہ مرحلہ بھی آیا کہ آخر عورت ایک ہی مرد کی پابند کیوں رہے۔ معاشی استقلال نے عورتوں کو شوہر، اولاد، خاندان اور عائلی ذمہ داریوں سے نجات دلا دیا، مرد کی ماتحتی سے آزادی ملی، اس کے بدلے تجرد پسندی اور شہوت رانی کی دولت حصے میں آئی۔

شرم و حیا کی قدروں کی پامالی

مساوات کی دوڑ اور معاشی جدوجہد کے نتیجہ میں آزادانہ اختلاط کا دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ صنفی میلانات میں جوش اور اُبال پیدا ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ جنسی ملاپ کے سارے حجابات یکے بعد دیگرے اٹھتے گئے۔ حیا، شرم، عصمت آبرو نام کی قدریں پامال ہونے لگیں۔ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے والی عورتوں میں جلوہ نمائی اور دلربائی کی تیز تڑپ پیدا ہوتی چلی گئی۔ زیادہ سے زیادہ جاذب نظر اور پرکشش بننے کے لئے بھڑکدار لباس، غازوں اور سرخیوں کا استعمال اور بناؤ سنگھار کی دوڑ شروع ہو گئی۔ بات بے لباسی تک جا پہونچی۔ عریانی اور فحاشی کا سیلاب امنڈنے لگا۔ زیادہ آمدنی کے لئے عورتوں کو محنت مزدوری کے ساتھ جنسی محنت (SEX LABOUR) کا شغل بھی اختیار کرنا پڑا۔ آزادی کا ثمرہ یہ ملا کہ عورتیں مردوں کا دل بہلانے والی کھلونا اور کمانے والی مشین بن گئیں۔ اس کا تخلیقی اور تعمیری عمل مفلوج ہو گیا۔ اس تصویر کا سارا یورپ گواہ ہے مشرقی دنیا بھی اپنے عمل سے اس کی آدھی گواہی دے سکتی ہے۔

مغربی شاطروں اور جنس پرستوں کی پیاس ابھی بجھی نہیں ہے۔ اب اس نے آزادیٔ نسواں کی کمان تو اپنے ہاتھ میں رکھی ہے لیکن لڑائی کے محاذ پر عورتوں کو بڑھا دیا ہے۔ عورتیں اب مردوں کے خلاف بغاوت پر اتر آئی ہیں۔ ان میں آزادی کا جنون اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ وہ سڑکوں پر نکل آئی ہیں اور مردوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہی ہیں۔ ۲۶ اگست ۱۹۷۰ء کو نیویارک میں عورتوں نے ایک منظم جلوس نکالا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جو پلے کارڈ تھے ان پر موٹے موٹے حرفوں میں لکھا تھا:

(۱) بیویاں بے اجرت کنیز ہیں (غلامی کا بندھن توڑو)
(۲) آج رات اپنے شوہر کو بھوکا مارو، کھانا مت پکاؤ
(۳) شادی مت کرو (۴) اسقاط حمل کو قانونی شکل دینا ہوگا..... وغیرہ وغیرہ۔ آزادیٔ نسواں کی تحریک اب عملاً مردوں کے خلاف بغاوت کی تحریک میں تبدیل ہو گئی ہے اور اس کی لہر سماجی و معاشی مساوات اور انصاف کے مرحلے سے بڑھ کر شہوانی آزادی تک جا پہونچی ہے۔

آزادیٔ نسواں کے جنس پرست علمبرداروں کا مطالبہ ہے کہ مرد کی طرح عوت کو بھی جنسی برابری ملنی چاہئے۔ شادی کا بندھن توڑ دینا چاہئے گھر اور خاندان کا نظریہ ختم کر دینا چاہئے۔ آزادی کی

متوالی خواتین ان تمام دائروں کو بھی توڑ دینا چاہتی ہیں جن سے عورتوں اور مردوں کے درمیان "امتیاز" کی بو آتی ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ اسکولوں اور تعلیم گاہوں میں صرف مخلوط تعلیم کا نظام ہی کافی نہیں ہے بلکہ دونوں کے لئے یکساں نصاب تعلیم ہونا چاہئے۔ ایسا نہیں کہ لڑکیوں کو گھریلو نظام کی اور لڑکوں کو میکانکی تعلیم دی جائے۔ اسپورٹس میں بھی لڑکے اور لڑکیوں کو مخلوط کھیل کود کا موقع ملنا چاہئے۔ بچوں کی کتابوں میں سنگل پیرنٹ (SENGLE PARENT) یعنی وحدانی والدین ہن بیاہی ماں اور مطلقہ عورتوں کو مثالی نمونے کے طور پر پڑھایا جائے۔ شادی بیاہ کی فرسودہ روایت کو ختم کیا جائے۔ ایک ساتھ کئی کئی مردوں اور عورتوں کو رہنے اور مشترکہ اولادیں پیدا کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ بچے عوام کی اولاد ہوں اور ان کی ذمہ داری اسٹیٹ کو سنبھالنا چاہئے۔ ان کی خواہش ہے کہ ہم جنسی کو سماجی رتبہ عطا کیا جائے کیونکہ ہم جنسی مردوں کے ظلم سے نجات کی آسان راہ ہے — آزادی کی حد کہاں ختم ہوگی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ عورتوں کی شخصیت ریزہ ریزہ کرنے کی اس سے گھناؤنی شکل اور کیا ہوگی؟

تحدید آبادی فطرت کے خلاف ایک بغاوت ہے

آزادیٔ نسواں کی گونج بڑھتی ہی جارہی ہے۔ آزادی کے مفہوم کو زیادہ واضح طور پر مشتہر کرنے اور ساری دنیا بالخصوص مسلم دنیا کو اس دام فریب میں گرفتار کرنے کے لئے عالمی خواتین کانفرنسیں بھی لگاتار منعقد کی جارہی ہیں ۱۹۹۵ء میں بیجنگ میں اور اس سے ایک سال پہلے مصر میں ایسی ہی کانفرنس منعقد ہوچکی ہے۔ مصر میں عالمی خواتین کانفرنس کا موضوع تھا "تحدید آبادی" کتنا بے ضرر اور پرکشش عنوان ہے یہ۔ تحدید آبادی کانفرنس کے ایجنڈے کے بیشتر بلاں میں اسقاط حمل، ہم جنسی اور آزادانہ اختلاط مرد وزن کی تجویزیں سرفہرست تھیں۔ ۴ ستمبر ۱۹۹۵ء کو بیجنگ (چین) میں خواتین کی جو چوتھی عالمی کانفرنس ہوئی اس کا موضوع تھا "خواتین کے آزادی" اس کانفرنس میں بھی جن باتوں کا مطالبہ رکھا گیا ان میں سرفہرست ہم جنسی، اسقاط حمل، جنسی محنت (عصمت فروشی) اور برہنہ رہنے کی قانونی وسماجی آزادی تھی۔

تحریک آزادی نسواں کے مقاصد سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تحریک فی نفسہ انسانیت کے خلاف تحریک ہے۔ یہ تحریک فطرت کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ مغربی جنس پرستوں کے تخریبی ذہن کا یہ خاصہ ہے کہ وہ پہلے کوئی اچھوتا موضوع ڈھونڈھ نکالتے ہیں پھر اس کی افادیت کا ڈھول پیٹتے ہیں اور اپنے فاسد مقاصد کی تکمیل کی راہ ہموار کرتے ہیں آزادی نسواں کے پس پردہ وہ سفلی جذبات کی تسکین چاہتے ہیں اور آزادی کے نام پر عورتوں کا ہر ممکن استحصال کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ نعرہ یہ دیا گیا کہ عوتوں کو معاشی، سماجی اور سیاسی آزادی ملنی چاہئے اور اس نعرہ کو اس انتہا تک پہونچا دیا گیا کہ عورتوں کو ہم جنسی، جنسی محنت اور اسقاط حمل کی اجازت ملنی چاہئے۔ آخر اس آزادی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ عورت مرد سے بالکل بے نیاز ہوجائے گی، گھر اور خاندان کا تصور ختم ہوجائے گا، بقائے نوع انسانی کا سلسلہ رک جائے گا۔ مودت، محبت، سکون، راحت سب چھن جائے گی۔ معاشرہ میں فتنہ وفساد پھیل جائے گا، جنسی تشدد اور اغوا، قتل، خودکشی کی وارداتیں بڑھ جائیں گی۔ ذہنی تناؤ بڑھ جائے گا، امراض خبیثہ کا لاوا ابہہ نکلے گا۔ معاشرتی وتمدنی نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ اور انسان صرف جنسی وشہوانی درندہ بن جائے گا۔

عورت کی تخلیق کا مقصد

مرد اور عورت کی جسمانی ساخت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی تخلیق کا واضح مقصد افزائش نسل اور بقائے نوع انسانی ہے۔ ان جوڑوں کے پیدا کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرسکیں اور ان کے درمیان مودت اور محبت پیدا ہو۔ انسانوں کے خالق نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے خود تمہیں میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان مودت اور محبت رکھ دی ہے" (الروم) اس سے شوہر بیوی کے تعلقات کی حقیقی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تعلق محض شہوانی نہیں ہونا چاہئے بلکہ انس ومحبت کا ہونا چاہئے۔ دل کے لگاؤ اور روحوں کے اتصال کا تعلق ہونا چاہئے تاکہ وہ ایک دوسرے کے شریک رنج وراحت ہوں۔ ان کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ صرف اپنے نفس کی پرورش کریں یا بالفاظ دیگر مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فوقیت حاصل ہے لیکن یہ حاکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم کے لئے دیئے گئے ہیں اس لئے نہیں دیئے گئے ہیں کہ وہ ان سے غلط فائدہ اٹھاکر ظلم کریں یا بیوی کے ساتھ لونڈی اور کنیز جیسا سلوک کریں۔ اس کی ہدایت بھی کی گئی ہے کہ عورتوں کو وہ تمام مواقع فراہم کئے جائیں جن سے فائدہ اٹھاکر وہ نظام معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ ترقی دے سکیں اور ترقی اور کامیابی جو کچھ ہو وہ عورت ہونے کی حیثیت سے ہو، مرد کو تنہا اس کا حق نہیں ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ آزادی نسواں کی شرمناک تحریک سے مسلم معاشرہ بھی متاثر ہونے لگا ہے اور مغرب کے تعمیر کردہ، فحاشی اور اباحیت پسندی کے حمام میں داخل ہونے کے لئے کپڑے اتار رہا ہے۔

(باقی صہ ۲۸ پر)

قرآن تدبر کرنے والوں کے لیے ایک آئینہ ہے

محمد ارشد اعظمی۔ مکہ مکرمہ

قرآن کریم کی تلاوت بحمداللہ بہت عام ہے تقریباً ہر شخص کچھ نہ کچھ کم وبیش تلاوت کر لیتا ہے۔ کوئی روزانہ کوئی ہفتہ میں ایک دن لیکن تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات میں تدبر اور غور وفکر شاید بہت کم ہی لوگ کیا کرتے ہیں حالانکہ اس کی بھی خود قرآن ہی میں بڑی تاکید آئی ہے۔ کہیں کہا گیا ہے کہ "کیا وہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے اگر وہ اللہ کے یہاں سے نازل ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات اور تضاد ہوتے" (سورہ نساء ۸۲)

دوسری جگہ وارد ہوا ہے کہ "وہ لوگ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں" (سورہ محمد ۲۴)

غرض جہاں تلاوت قرآن خود ایک ثواب کا کام ہے، وہیں یہ بھی مطلوب ہے کہ اس کے معنی ومفاہیم کو بھی سمجھا جائے، اس کے مطابق عمل کی کوشش کی جائے۔ کہتے ہیں کہ قرآن تدبر کرنے والے کے لیے ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں وہ اپنے اچھے اور برے اعمال دیکھ لیتا ہے اور پھر اس کی روشنی میں اپنی اصلاح کرتا ہے۔

تدبر کچھ یوں ہوتا ہے کہ تلاوت کرنے والا رحمت کی آیات پر ٹھہرے، اللہ کے وعدے پر خوش ہو۔ اور اپنے لیے بھی اس کا طلبگار ہو، اور اگر عذاب کی آیات آئیں تو ان کے مفاہیم پر بھی غور کرے۔ اگر وہ کافروں کے بارے میں ہیں تو اپنے ایمان کا اعتراف وتجدید کرے اور ان باتوں سے بچنے کی کوشش کرے جو موجب عذاب رہی ہوں اور جہنم سے پناہ ونجات طلب کرے، اور جو مومنوں سے خطاب کی آیات ہوں وہاں یہ دیکھے کہ کس چیز کا حکم دیا جارہا ہے، اور کس چیز سے منع کیا جاتا ہے۔ اگر آن مامورات پر عمل اور منہیات سے بچنے میں کوتاہی ہوئی ہو تو معذرت خواہ ہو اور استغفار کرے۔ جب یہ آیت پڑھے کہ "اے مومنو! خود کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ" (سورہ تحریم ۶) تو اپنے اہل وعیال کی نماز روزے دیکھے، ان کی طہارت وجنابت نیز خواتین کے اعمال کا جائزہ لے اگر کوئی کمی پائے تو اس کی تعلیم دے، تدبیر کرے، اگر کوئی آیت ایسی آئے جس کا مفہوم واضح نہ ہو تو علماء سے رجوع کرے، سابقہ امتوں کے قصص پر بھی غور کرے ان پر آنے والے عذاب سے اپنی حفاظت پر اللہ کا شکر گذار ہو۔ اور ان پر ہونے والے انعامات کا طلبگار رہنے وغیرہ وغیرہ۔

قرآن کریم میں تدبر کے لیے تلاوت کے وقت آداب کا پاس ولحاظ رکھنا بھی ضروری ہے مثلاً باوضو ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا، ہنسی ومذاق سے اجتناب رکھنا۔ اچھے وقت اور جگہ کا انتخاب کرنا کہ اس سے تدبر کے حقیقی فوائد حاصل ہوں گے تدبر قرآن کے فوائد میں اللہ رب العزت کی معرفت کا حصول ہے نیز اس سے انسان کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ عقلیں حقائق کو سمجھتی ہیں اور خرافات سے محفوظ رہتی ہیں۔ دلوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجاتا ہے۔

شہوات کو بریک لگتا ہے، قصص سے عبرتیں حاصل ہوتی ہیں چنانچہ فاسد ارادے زائل ہوجاتے ہیں۔ تلاوت قرآن اور اس کے تدبر پر اجر عظیم کا وعدہ ہے، ہدایت اور عمل کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ راحت وطمانیت قلب حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں میں کرتا ہے اور شیطان کے نفوذ اور وسوسوں سے مکمل حفاظت ہوجاتی ہے

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele.: Add Cupkette Tel.: 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

مولانا حسن مجتبیٰ صاحبؒ

شمس الحق ندوی

ایک مشفق استاد و مربی کا حادثۂ وفات

یوپی کے شہر پرتاب گڑھ میں باقیۃ العلوم کے نام سے ایک چھوٹی سی مسجد کے تنگ حجروں میں ایک عربی مدرسہ چل رہا تھا جس میں حفظ، فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی ہماری عربی و فارسی کی بسم اللہ اسی گمنام و چھوٹے سے مدرسے سے ہوئی اسی مدرسے کے قابل ذکر ساتھیوں میں مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری استاد دار العلوم ندوۃ العلماء پرتاب گڑھ میں دعوت و تبلیغ کے روح رواں مولانا عبد اللطیف صاحب اور ایک فعال ابتدائی عربی فارسی اور درجہ حفظ مدرسے کے بانی مولانا عبد الہادی صاحب ہیں۔ اور مولانا اسی مدرسہ کے مہتمم و منتظم تھے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب معاون جو عمر کے آخری دم تک دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیتے ہوئے ۸۷ء میں اپنے رب سے جا ملے تغمدہ اللہ برحمتہ

مولانا حسن مجتبیٰ صاحب فاضل دیوبند ضلع پرتاب گڑھ میں اسی باقیۃ العلوم نامی مدرسے میں عرصہ دراز تک تعلیم و تربیت کا کام انجام دیتے رہے، گو طلبہ کی تعداد کم اور مدرسے کی جگہ بھی مسجد کے ایک حجرے تک محدود تھی لیکن مولانا کی شفقت اور اخلاص و محنت سے وہاں سے مولانا کے کئی ایسے شاگرد نکلے جنھوں نے ندوہ اور دیوبند سے سند فراغت حاصل کر کے اپنے استاد کا نام روشن کیا کسی نے دعوت و تبلیغ کا محاذ سنبھالا، کسی نے مستقل مدرسہ قائم کیا۔ اور سیکڑوں حفاظ پیدا کئے کسی کے حصے میں تعلیم و تدریس اور کچھ لکھنے پڑھنے کا کام آیا جس سے استاد محترم خوش ہوا کرتے تھے۔ اور اب ان کی روح شاداں ہو گی

مولانا کی شخصیت شہر پرتاب گڑھ اور اطراف کے دیہاتوں میں غیر مختلف فیہ تھی۔ عوام مسئلہ مسائل کے سلسلہ میں مولانا ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اہل شہر بھی مولانا کے معتقد و ثنا خواں تھے۔ مولانا کو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی سے بڑی عقیدت تھی معذوری کے بعد بار بار سلام کہلاتے اور دعا کی درخواست کرتے رہتے، اپنے بڑے صاحبزادہ کو ندوہ پڑھنے کے لیے بھی بھیجا تھا۔ تعمیر حیات بڑے ذوق و شوق اور پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے جب بہت کمزور ہو گئے اور بینائی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تو پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ انتقال سے قبل بار بار فرماتے کہ دفتر تعمیر حیات کو اطلاع کر دو، نماز جنازہ کے لیے اپنے عزیز ترین، شریف ترین، شاگرد مولانا عبد اللطیف صاحب جو پرتاب گڑھ میں دعوت و تبلیغ کے روح رواں ہیں کے لیے وصیت کی کہ وہ نماز جنازہ پڑھائیں، ۱۷ رمضان المبارک کو مولانا کے انتقال کا حادثہ پیش آگیا اور نماز جنازہ وصیت کے مطابق مولانا عبد اللطیف صاحب نے پڑھائی۔ بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ جنازہ میں اس چھوٹے سے شہر میں ایسا ہجوم تھا کہ چوراہوں پر پولیس متعین کی گئی۔

رمضان المبارک میں لکھنؤ سے باہر ہونے کی وجہ سے اس حادثہ کا قطعاً کوئی علم نہ ہوا، چار شوال کو ایک تعزیت میں پرتاب گڑھ جانا ہوا۔ تو پانچ شوال کو استاد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ اور جب وہاں چلنے کے لیے کہا تو ہم کو بتایا گیا کہ مولانا کا تو انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

گھر جا کر پسماندگان سے تعزیت کی۔

یہ ہمارے وہ پہلے استاد تھے جنھوں نے دل و دماغ میں دینی شعور و جذبات کا بیج بویا۔ اور اس کو ایسی قبولیت حاصل ہوئی کہ ندوہ آکر بڑے بڑے اہل علم و اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اللہ تعالیٰ ہمارے مشفق استاد کے مراتب بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کی نگہبانی فرمائے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات، اشاعتی ادارے یا ادیب و شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۱) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(۲) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا سفرنامۂ حج و زیارت

محمود حسن حسنی ندوی

زیر نظر مضمون اورنگ آباد کے ادب اسلامی کے سمینار میں منعقدہ ۷، ۸، ۹ اپریل ۹۵ء کو پڑھا گیا (ادارہ)

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ صاحب نے یوں تو تبلیغی، اصلاحی و دعوتی اسفار خاصے کئے، مگر روداد ان دو سفروں کی ملتی ہے جو زیارت حرمین شریفین کے لیے حج یا عمرہ کے تھے، اور اس میں بھی دعوتی و اصلاحی پہلو بنیادی طور پر کارفرما تھا۔

حج کے سفروں کی اہمیت و عظمت تو مسلّم ہے ہی اس کے تقدس اور حرمین شریفین سے محبت و عشق نے اس کے سفرناموں میں ایک خاص قسم کی تاثیر پیدا کر دی۔ چنانچہ حج و زیارت کے سفرناموں کو شروع سے ہی بڑی اہمیت حاصل رہی۔ اور لکھنے والوں نے اس سلسلہ میں لکھا بھی خوب، یہ اُن کے دلی جذبات و تاثرات تھے جس کو وہ دباتے بھی تو کہاں تک دباتے، انھوں نے بھی اپنے تأثرات قلمبند کئے، جنھوں نے خاص اسی مقصد سے سفر کیا تھا۔ اس کے لیے پہلی مثال ابن جبیر اُندلسی کی ہے۔ اور انھوں نے بھی جو عالمی سیر و سیاحت کے لیے نکلے لیکن متعدد بار حج کو جانا ہوا۔ اس کے لیے سب سے بڑی مثال ابن بطوطہ مغربی کی ہے اور حج کے سفرناموں کے لکھنے والوں کی فہرست میں وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے دعوتی مقصد سے سفر کیا تھا۔

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا سفرنامہ جو ہمارے اس وقت پیش نظر ہے وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے بارے میں کچھ ذکر کرنے سے پہلے صاحب سفرنامہ کی شخصیت کا کچھ تعارف کرانا مناسب معلوم دیتا ہے جس سے سفرنامہ کی تاثیر و ادبیت کو سمجھنا بھی آسان ہوگا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ تکیہ شاہ علم اللہؒ رائے بریلی میں دسمبر ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ وہ ایک ایسے نامور خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ جو دینی و دعوتی خدمات، علم و فضل، صلاح و تقویٰ میں کئی صدیوں سے ممتاز رہا ہے، توحید و سنت کی دعوت کے ساتھ جہاد کی دعوت و تحریک اسی خاندان کے ایک ایسے باہمت اور دین کے لیے سب کچھ قربان کر دینے والے داعی و مصلح حضرت سیدنا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ شروع ہوئی، جنھوں نے ایک جماعت کے ساتھ بڑے پیمانہ پر دعوتی و اصلاحی کام کیا، اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ ایسے وقت میں حج کا سفر کیا، جب ہندوستان میں لوگ سفر حج سے اس کی دشواریوں کی وجہ سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ علماء انھیں اس کی رخصت بھی دے رہے تھے۔ آپ نے اس مقدس فریضہ کو یہاں زندہ کیا۔

جہاں تک مولانا سید محمد ثانی صاحبؒ کی نشو و نما کا تعلق ہے تو ان کی ذہنی، فکری، علمی اور دینی تربیت مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء اور مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے زیر سایہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہوئی، ابتداء میں ان کو کچھ عرب اساتذہ جیسے شیخ تقی الدین ہلالی مراکشی اور ان کے بھائی شیخ محمد ایوبی مراکشی اور استاد عطیہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ دوسری طرف خاندان کے بڑے عالم مولانا سید محمد طلحہ صاحبؒ آپ کو تعلیم و ثقافت کے مرکز لاہور لے گئے، جہاں آپ ماہرین تعلیم اور ارباب علم و فضل سے ملے اور اہل دل کی صحبتوں میں بیٹھے، علمی و روحانی استفادہ کے لیے سہارنپور بھی گئے۔ جہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر خصوصی توجہ اور نظر عنایت و شفقت رہی اور ان کی خدمت میں مدارج سلوک طے کر کے آخر میں اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

مولانا مرحوم ایک پاکیزہ ذوق رکھنے والے شاعر و ادیب، کہنہ مشق نثر نگار اور باکمال مصنف تھے۔ خواتین کا رسالہ "رضوان" نکالا جس میں آپ کو اس وقت کے اچھے لکھنے والوں کا تعاون حاصل رہا۔ بعض اہل قلم نے اس رسالہ کے اجراء کو ایک بڑے کارنامے سے تعبیر کیا جس نے ربع صدی تک مسلمان خواتین کی دینی بیداری معاشرتی اصلاح اور ہمہ جہتی ترقی کا سر و سامان کیا۔ جو اہم کتابیں آپ کی سامنے آئیں ان میں "سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ" اور "حیات خلیل" کو زیادہ شہرت ہوئی، جو سوانحی ادب میں اپنا

مقام رکھتی ہیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ آپ کی شعر گوئی پر اپنا تاثر لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے عزیز مرحوم کو دینی محاسن اور صلاحیتیں اور اکتسابی کمالات عطا فرمائے تھے۔ ان میں ایک صلاحیت اور کمال کا اضافہ کرنا ضروری ہے جس سے کم سے کم مجھ راقم السطور کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ وہ ان کی طبیعت اور موزونیت اور شعر گوئی اور سخن سنجی کی قابلیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت آسان کردی تھی"۔ [۱]

مولانا مزید لکھتے ہیں: "ان کی طبیعت کی موزونیت اتنی وسیع اور کامل تھی کہ وہ عربی میں بھی شعر کہہ لیتے تھے"۔ [۲]

جناب عرفان عباسی صاحب مصنف تذکرہ شعراء اتر پردیش لکھتے ہیں۔

"فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ اور وہ اپنی اصلاحی نظموں کے ذریعہ معاشرے کی اخلاقی گراوٹ کی طرف لطیف اشارے کرکے سدھارنے کی کوشش کرتے۔ نہ اپنی شاعری کو کچھ اہمیت دی، نہ کسی استاد کی شاگردی اختیار کی، نہ اسے حصول زر کا ذریعہ بنایا۔ نہ عام شاعروں سے کوئی سروکار تھا"۔ [۳]

مولانا نے زیادہ تر حمد و نعت و مناجات کے موضوع پر مؤثر اشعار کہے، یا پھر دعائیہ ندوہ کا ترانہ لکھا جو ایسا مقبول ہوا کہ اور مدارس کے لوگ بھی لکھوانے لگے، اس کے ساتھ آپ ایک ماہر مقرر بھی تھے۔ اور خدمت خلق میں بھی خاصا وقت لگاتے۔ دینی تحریکات اور مدارس کے کام بھی دیکھتے۔ اس طرح آپ کا خاصا وقت سفروں میں بھی گزرتا تھا۔

آپ کے سفروں میں سب سے طویل سفر حجاز مقدس کا تھا، جب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اور گھر کے کچھ لوگوں کے ساتھ حج کا سفر کیا۔ یہ قافلہ ۲۶ جون ۱۹۴۶ء کو لکھنؤ سے روانہ ہوا۔ اور اواخر جنوری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان واپس ہوا۔ یہ سات ماہ کا سفر پانی کے جہاز سے تھا۔ یقیناً ۶ ماہ ارض مقدس میں گزرے ہوں گے۔ اس مدت میں وہاں کے علماء، ادباء اور اہل فکر و نظر کے مجالس میں شرکت کا موقع ملا، مسجد نبوی، حرم شریف میں خاصا وقت گزارتے، طواف کے خوب مواقع ملے، حج کے فریضہ کی ادائیگی کی سعادت ملی۔ ان سب باتوں کے ساتھ علمی و دعوتی کاموں میں کوئی فرق نہ آنے پایا، راستوں، گلیوں اور تاریخی آثار سے خوب واقفیت حاصل کرلی تھی۔ بقیع میں مقابر اور ان کے جائے وقوع کی ترتیب سے ایسے واقف تھے، بلکہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ لکھتے ہیں "کہ ان کو اس کا حافظ کہا جاسکتا ہے"۔ اور آپ کے اس سفر نامہ کے متعلق رقمطراز ہیں "مرحوم نے اس سفر میں سفر نامہ بھی لکھنے کا معمول رکھا، جو بڑا مؤثر اور پُر از معلومات ہے لیکن افسوس کہ ان کی زندگی میں شائع نہ ہوسکا"۔ [۴]

یہ سفر محض دعوتی اصلاحی اور تبلیغی مقصد سے تھا۔ اس سلسلہ میں وہاں مفید کام بھی ہوا۔ عربوں نے اس کا تاثر بھی لیا۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی مدظلہ نے کاروان زندگی میں اور مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفر نامہ میں ان اعیان عرب کے نام ذکر کئے ہیں جن کے دل میں بات اتری اور انھوں نے خاطر خواہ تعاون دیا، خاص طور پر قاضی مدینہ شیخ ابن زاحم، شیخ حمدی، شیخ محمد علی الحرکان، شیخ حسن المقری شیخ علی الترکی، شیخ عثمان الترکی، اور مکہ مکرمہ میں امام حرم شیخ عبدالرزاق حمزہ، شیخ عمر بن حسن آل الشیخ، شیخ علوی مالکی، شیخ حسن مشاط، شیخ امین کتبی، شیخ محمد سرور الصبان قابل ذکر ہیں، شیخ احمد محمد جمال اور استاد محسن باروم سے بھی اسی دوران قیام تعارف ہوا۔ [۵] مولانا مرحوم نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے رسالہ "إلى ممثلي البلاد الاسلاميه" کا بھی خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ اس سے دعوتی کام کے تعارف میں بڑی مدد ملی۔ [۶] عربوں پر اس رسالہ کا بڑا گہرا اثر پڑا، اس دوران قیام تبلیغی و دعوتی کام کے ساتھ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کو علامہ ابن القیم کی کتاب زاد المعاد کی تلخیص کا بھی خیال پیدا ہوا، مولانا مرحوم لکھتے ہیں۔

"رمضان کے بعد مولانا نے زاد المعاد کا خلاصہ کرنا شروع کردیا۔ اور غزوۂ اُحد کا حال جبل اُحد کے میدان کی مسجد میں مجھ سے لکھوایا سامنے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار تھا۔ لکھنے والے اور دونوں آبدیدہ تھے"۔

جب مسافر مکہ مکرمہ سے قریب تر ہوجائے، اور حدود حرم شروع ہوجائیں تو اس کی کیفیت کیا ہونی چاہیئے، اس پر ایک لمبا وعظ کہا جاتا، مسائل کا دفتر کھولا جاتا، تب جاکر اس کے کچھ سمجھ میں آتا لیکن ایک ایسا مسافر جو زبان و دل سے باادب ہو جس کے دل میں سوز عشق، اور وصال محبوب کی تمنا نہیں اتڑپ ہو۔ وہ اس جگہ کا حال اور وہاں کی کیفیت جس طرح بیان کرتا ہے اس کا طرز ادا اور انداز بیان ایک خاص تاثر رکھتا ہے۔ سنیئے!

مولانا کہتے ہیں،

"حدود حرم شروع ہوچکے ہیں، اور مکہ مکرمہ قریب سے قریب تر ہے، ادب و تعظیم لازم ہے یہاں کی ہر ادا عاشقانہ ہے ذرہ ذرہ عشق سے بھرا ہوا ہے، محبوب کے وصال کا دن ہے، جس کے فراق میں ان گنت راتیں آنکھوں میں کٹیں، اور ہجر میں دل بیتے، جس کے دیدار کی آرزو میں زمانہ گزرا، ذرا ان عاشقان بیت اللہ پر نظر کیجئے، جو ستا دار برہنہ سر، کفن بردوش، پراگندہ بال، پریشان حال، مجنونانہ کیفیت، سرمستی و بے خودی کے ساتھ آگے بڑھتے جارہے ہیں۔ نہ خوشبو سے کام نہ لگاؤ، نہ زینت و آرائش سے سروکار، دوبے سلی چادریں بدن پر پڑی ہوئی ہیں، گرد و غبار سے اٹے ہوئے بدن کپکپا رہا ہے۔ آنکھیں نم ہیں نگاہیں جھکی ہوئی ہیں۔ زبانوں پر "لبیک اللھم لبیک" یا اللہ میں حاضر ہوں، یا اللہ میں حاضر ہوں کی صدا، نیند کوسوں دور، کسل کافور ہے آرام و راحت سے کیا سروکار، نگاہ ہے کہ جھپکتی نہیں، مجسم اشتیاق اور سراپا انتظار ہے، دیدار بیت اللہ کے لیے بیتاب اور اتنے بے تاب کہ پل بھر بھی انتظار مشکل ہے

مردم ز اشتیاق تو جانم بلب رسید"

یہ تو تھا بیت اللہ شریف حاضری کا حال، مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہونچکر کیا حال ہوتا ہے۔ اُسے بھی ملاحظہ کیجئے۔ مولانا کہتے ہیں جگر مرادآبادی کا شعر پڑھتے ہوئے

"مے ہی پہونچی ہے خودی شوق بزم یار تک
گو مجھے ایک اک قدم ایک ایک منزل ہوگیا (جگر)

جس مبارک ساعت کا نہ معلوم کب سے انتظار تھا، جس مقدس دیار کے دیدار کو آنکھیں

(باقی صـ۲۲ پر)

مدارس کے فارغین کیلئے

خوشخبری

جامعۃ الھدایہ جے پور میں ایک سالہ تخصص فی الافتاء کا اجراء

جامعۃ الہدایہ میں امسال ایک تخصص فی الافتاء۔ کے کورس کا اجراء کیا جارہا ہے۔ اس کی مدت تعلیم ایک سال ہوگی۔ اس میں داخلہ لینے کی اہم شرط یہ ہے کہ داخلہ کا خواہش مند کسی بھی معروف دینی مدرسہ سے عالمیت یا فضیلت کی ڈگری حاصل کرچکا ہو۔ داخلہ پانے والے طلبہ کو ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

خواہشمند درخواست دہندگان اپنی درخواستیں مع تفصیل و اسناد مصدقہ نقول مؤرخہ ۱۵ شوال تک مندرجہ ذیل پتے پر ارسال کردیں۔

داخلے کیلئے ٹیسٹ میں کامیابی ضروری ہے۔ داخلہ کل چار طلبہ کو دیا جائے گا۔

Naib Amcere Jamea

1617_Khejre Ka Rasta, Near Indira Bazar, Jaipur-302001(Raj)

اعلان ملکیت و دیگر تفصیلات فارم نمبر ۴ رول نمبر ۸

مقام اشاعت :- مجلس صحافت و نشریات، دارالعلوم ندوۃ العلماء بادشاہ باغ لکھنؤ
مدت اشاعت :- پندرہ روزہ
مدیر مسئول :- شمس الحق ندوی
قومیت :- ہندوستانی
پتہ :- دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
پرنٹر پبلیشر کا نام :- شاہد حسین
قومیت :- ہندوستانی
پتہ :- دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مالک کا نام :- مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

میں شاہد حسین تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم و یقین سے صحیح ہیں

اجودھیا کا المیہ

مادھو گوڈبولے × ترجمہ × شارق علوی

(قسط نمبر ۱۰)

یہ حوالہ مرکزی خفیہ محکمہ کے سربراہ دی بی ویدا اور آر ایس ایس کے لیڈر موروپنت پنگلے اور پروفیسر راجیندر سنگھ (رجو بھیا) کے درمیان ہوئی گفتگو کا ہے جب ویدا نے مجھ سے اس تجویز کا ذکر کیا تو میں نے ان کو خبہ کیا کہ ان سے کہئے کہ پورے پلان کو منظوری کے لیے پیش کریں کیونکہ اگر ابھی انھیں "سنگھ دوار" پر تعمیر کی اجازت دے دی جاتی ہے تو وہ متنازعہ عمارت کو بھی اس میں شامل کر دیں گے اور اس طرح کی مبہم یقین دہانی مناسب نہیں ہے۔ میں نے ویدا کو یاد دلایا کہ مندر کی تعمیر کا مجوزہ نقشہ جو غیر سرکاری سطح پر ہندو پریشد والے پیش کر رہے ہیں اس میں بابری مسجد بھی شامل ہے جس طرح متنازعہ جگہ پر شلانیاس کی اجازت دے کر ہم غلطی کر چکے ہیں اس سے بڑی غلطی "سنگھ دوار" سے تعمیر شروع کرنے کی اجازت ہوگی۔ اس لیے مجوزہ پلان حاصل کر کے اس کو باقاعدہ سوچ سمجھ کر بات آگے بڑھانی چاہیئے۔ میں نے ویدا سے کہا کہ وزیر اعظم کو جب اس موضوع پر بات ہو میری رائے سے مطلع کر دیں بعد میں میں خود موقع نکال کر وزیر داخلہ اور وزیر اعظم سے بات کی۔ وزیر اعظم نے پورے نقشہ کو حاصل کرنے اور اس کا معائنہ کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی اور کہا کہ "سنگھ دوار" کی تعمیر کی اجازت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے بھی اس کی نوبت تو اس وقت آئے گی جب ہائی کورٹ ریاستی سرکار کے تحویل میں لی گئی اراضی کے متعلق اپنا فیصلہ صادر کر دے۔

راجستھان کے وزیر اعلیٰ شیخاوت اور کچھ لوگوں نے عمارت کی حفاظت کے لیے مرکزی و ریاستی حکومتوں کی مشترکہ ذمہ داری کی بھی بات چلائی، یہ تجویز وزیر اعظم کے سامنے رکھی گئی۔ اور ان کو بتایا گیا کہ ریاستی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا یہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کا واقعہ ہے وزیر اعظم نے مجھ کو طلب کیا اور دریافت کیا کہ کیا اس پر عمل ہو جائے گا میں نے مثبت میں جواب دیا اور کہا کہ یہ ریاستی حکومت کی نیت پر منحصر ہے۔ میں نے کہا کہ حفاظتی دستوں کو اجودھیا میں بھیجنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ میں نے ان کو مزید بتایا کہ ہم نے پہلے ہی ہنگامی منصوبہ تیار کر رکھا ہے جس میں جزوی باتوں تک کا خیال رکھا گیا ہے اس لیے اس تجویز کو خوش آمدید کہنا چاہیئے۔ وزیر اعظم نے شیخاوت سے بات کر کے اپنی رضامندی ظاہر کی، شیخاوت نے یقین دلایا کہ اتر پردیش حکومت سے اس کی منظوری حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی اور وزیر اعلیٰ سے کہا جائے گا کہ وہ مرکز کو ایسی تجویز پیش کریں لیکن بعد میں ریاستی سرکار اس سے منحرف ہو گئی۔

رام جنم بھومی بابری مسجد ڈھانچے کو تاریخی محفوظ عمارت کے زمرے میں لا کر محکمہ آثار قدیمہ کے سپرد کر دیا جائے لیکن ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمہ نے رائے دی کہ یہ عمارت ان شرائط کو پورا نہیں کرتی جن کے تحت محکمہ اس کو اپنی تحویل میں لے سکے۔ اس کے علاوہ کسی تاریخی عمارت کے تحفظ اور سرکاری قبضے میں لئے جانے سے قبل مقام مشتہری ہونی چاہیئے اور اب وقت اس کا موقع نہیں دیتا۔

کسی اراضی یا عمارت کو سرکاری تحویل میں لینے سے متعلق قانون ۱۹۵۲ء کے تحت بھی اس متنازعہ ڈھانچے پر حکومت قبضہ نہیں کر سکتی ہے۔

۲۷ جولائی ۱۹۹۲ء کو وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا تھا کہ اجودھیا مسئلہ کا اگر کوئی خاطر خواہ حل آپسی بات چیت سے نہیں نکلتا ہے تو اس ضمن میں جتنے بھی مقدمات مختلف عدالتوں میں زیر غور ہیں ان سب کو یکجا کر کے ایک ہی عدالت کو فیصلہ دینے کے لیے سونپ دیا جائے گا جیسا کہ قومی یکجہتی کونسل کے زیر غور جو ایجنڈا رکھا گیا تھا اس میں حکومت کے لیے صرف چار راستے کھلے تھے۔

۱۔ دستور کی دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت سپریم کورٹ کے دائرۂ اختیار کو پارلیمنٹ کی منظوری سے اتنا وسیع کر دیا جائے کہ وہ رام جنم بھومی۔ بابری مسجد قضیہ سے متعلق جملہ معاملات پر غور کر سکے اور فیصلہ دے سکے۔

اس کا یہ فیصلہ حکومت نیز فریقین کو ماننا پڑے گا۔ پارلیمنٹ کی منظوری سے قبل یہ ضروری تھا کہ ریاستی حکومت کی منظوری بھی ایسا قانون بنانے کے لیے حاصل کر لی جائے۔ بی جے پی کے لیڈر خاص کر کلیان سنگھ سے جب مشورہ کیا گیا تو انھوں نے معاملہ کو (۲) ۱۳۸ کے تحت سپریم کورٹ کے حوالے کرنے پر اپنی رضامندی دینے سے انکار کر دیا۔

۲۔ دستور ہند کی دفعہ ۱۳۹ (اے) اور ۱۴۲ کے تحت سپریم کورٹ سے درخواست کی جائے کہ رام جنم بھومی۔ بابری مسجد سے متعلق جتنے بھی مقدمات ہیں چاہے وہ سپریم کورٹ کے زیر غور ہوں یا ہائی کورٹ کے ان کو ایک ساتھ سپریم کورٹ میں فیصلہ کے لیے سپرد کر دیا جائے لیکن اس تجویز کو ملنے یا نہ ماننے کا پورا اختیار سپریم کورٹ کو ہے۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں اس بات کو بھی یقینی بنا دیا جانا چاہیئے کہ اس مسئلہ پر آئندہ بھی جو مقدمات دائر کئے جائیں وہ سپریم کورٹ ہی کے دائرۂ اختیار میں ہوں۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے مختلف عدالتوں میں نئے دعوے داخل کر دیئے جائیں گے

۳۔ کمیشن آف انکوائری ایکٹ کے تحت ایک کمیشن رام جنم بھومی بابری مسجد معاملہ کو حل کرنے کے لیے قائم کر دیا جائے اس طرح کی جانچ صرف فریقین کے دعوؤں کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں اپنی رائے دے سکے گی۔ اس کی سفارشات کو عدلیہ کے احکامات کا درجہ حاصل نہیں ہوگا۔ پھر اس میں یہ بھی قباحت تھی کہ ممکن ہے کہ عدالتی احکامات اور اس کی سفارشات میں تضاد ہو

۴۔ دستور کی دفعہ ۱۴۳ کے تحت صدر جمہوریہ سپریم کورٹ سے رجوع کریں کہ وہ رام جنم بھومی۔ بابری مسجد قضیہ میں مختلف قانونی زاویوں سے غور کرنے کے بعد اپنی رائے سے ان کو مطلع کرے اس طرح مشورہ نہ تو عدالتوں کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکے گا اور جو بھی فریقین کے لیے اس کو قبول کرنا ضروری ہوگا پھر بھی سپریم کورٹ کی رائے، اپنا وزن رکھے گی اور حکومت ہند اس کی روشنی میں کارروائی کر سکتی ہے یا پارلیمنٹ میں قانون وضع کرنے کے لیے قانون کا مسودہ پیش کر سکتی ہے۔

۲۷ جولائی کو پارلیمنٹ میں وزیر اعظم کے بیان کے چند ماہ کے اندر ہی وزارت داخلہ نے ایک نوٹ تیار کیا جو سی سی پی ایل کے سامنے رکھا گیا۔ اس میں اجودھیا مسئلہ کے حل کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا اور دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت کارروائی، جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور اس پر زور دیا گیا، ایسا قانون وضع کرنے کی بات کی گئی جس کے تحت سپریم کورٹ کے اختیارات میں وسعت پیدا ہو جائے۔ وزارت قانون کی رائے تھی کہ سپریم کورٹ سے درخواست کی جائے وہ از خود مختلف عدالتوں میں زیر غور اجودھیا سے متعلق معاملات کو اپنے دائرۂ اختیار میں منتقل کرے۔ کچھ وجوہات سے وزارت داخلہ وزارت قانون کے اس مشورے سے متفق نہیں ہیں۔

ایک گفتگو کے دوران میں نے جب یہ کہا کہ پارلیمنٹ میں وزیر اعظم کے اعلان کے پیش نظر دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت کارروائی شروع کر دینی چاہیئے۔ تو وزیر اعظم نے فرمایا کہ انہیں یاد پڑتا ہے کہ انھوں نے اس طرح کی کوئی بات پارلیمنٹ میں کہی تھی اور اگر کہی بھی ہوگی تو پارلیمنٹ میں ہونے والی بحث کی گرما گرمی کو سرد کرنے کے لیے کہہ دیا ہوگا انہیں امید نہیں ہے کہ پارلیمنٹ اس طرح کے کسی قانونی مسودے کو اپنی منظوری دے گی بظاہر وہ اس طرز عمل سے متفق نہیں تھے اور وہ وزارت قانون کے مشورے پر زور دے رہے تھے کہ سپریم کورٹ سے درخواست کی جائے کہ وہ از خود مقدمات کو اپنی عدالت میں منتقل کرلے۔ دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت کارروائی پر اس کے بعد سنجیدگی سے غور ہی نہیں کیا گیا یہاں تک کہ وسط نومبر میں جب آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور وشو ہندو پریشد کے درمیان چل رہی مصالحت کی گفتگو ناکام ہو گئی تب پھر اس طرف توجہ کی گئی۔ ظاہر ہے کہ اب اس پر عمل درآمد کے لیے کافی تاخیر ہو چکی تھی۔ لیکن وزیر اعظم کے کہنے پر وزیر داخلہ نے ایل کے اڈوانی سے ۷ ار نومبر کو ملاقات کی اور دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت معاملہ کو سپریم کورٹ سے رجوع کئے جانے کے سلسلے میں ان سے مشورہ کیا۔

اڈوانی نے پہلے تو اس موضوع پر کسی بھی گفتگو سے انکار کر دیا ان کا کہنا تھا کہ وزیر اعظم نے مسئلہ کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ متعدد لوگوں کو انھوں نے اس پر گفتگو کرنے اور اس کا حل نکالنے کے لیے تعینات کر کے گنجلک صورت پیدا کر دی ہے ان کا کہنا تھا کہ ابھی بھی واضح نہیں ہے کہ دراصل حکومت چاہتی کیا ہے۔ وزیر اعظم کی ایما پر ایک مرکزی وزیر کل ناتھ ان سے کچھ دن مل ملے اور کہا کہ حکومت اراضی کو تحویل میں لیے جانے کے مدعے سے "کار سیوا" کو الگ رکھا جائے گا۔ لیکن بعد میں وہ اس سے مکر گئے کہ یہ حکومت کی طرف سے یقین دہانی تھی۔

وہ کہنے لگے کہ یہ ان کی نجی رائے ہے اڈوانی نے کہا کہ وہ ایسے حالات میں کسی بھی گفتگو کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کے مطابق وزیر داخلہ کو شروع میں ہی ایک باضابطہ میٹنگ طلب کرنی چاہیے تھی اور جونیئر وزراء جیسے کمار امنگلم پر اس اہم مسئلہ پر گفتگو کی ذمہ داری نہیں ڈالنی چاہیے تھی کیونکہ وہ اس پر کوئی فیصلہ نہیں لے سکتے۔

وزیر داخلہ نے اڈوانی سے گذارش کی کہ وہ ماضی کو بھول جائیں کیونکہ بہت سے لوگوں نے اپنے تئیں خود ہی معاملہ میں دلچسپی لینی شروع کر دی جبکہ انھیں وزیر اعظم کی طرف سے کسی بھی گفتگو کے لیے مجاز نہیں کیا گیا تھا۔ بہرحال اب وقت آگیا ہے کہ ہم مسئلہ کے خاطر خواہ حل کے لیے دفعہ (۲) ۱۳۸ کی مدد لیں وزیر داخلہ نے اڈوانی سے درخواست کی کہ وہ اتر پردیش حکومت کی رضامندی حاصل کرنے میں مدد کریں۔

اڈوانی کا کہنا ہے کہ دفعہ ۱۴۳ کے تحت سپریم کورٹ سے متعلق معاملہ کو رجوع کرنے میں کیا قباحت ہے؟ اس کے لیے وہ اپنی پارٹی کے نقطۂ نظر کی بار بار وضاحت کرتے رہے ہیں انھیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس طرح کی سپریم کورٹ کی رائے فریقین ماننے کے لیے مجبور نہیں ہوتے ہیں ہر دو تجاویز پر ان کے مختلف پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور کیا گیا۔ اڈوانی نے کہا کہ دفعہ (۲) ۱۳۸ کے علاوہ دیگر تجاویز کے بارے میں انھیں تفصیلات بتائی جائیں تاکہ وہ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ سے بات کر سکیں وزارت داخلہ نے اسی رات ان تجاویز سے اڈوانی کو مطلع کر دیا۔

۱۸ نومبر کو وزیر اعظم کی رہائش گاہ ۵ ریس کورس روڈ پر اڈوانی کو مدعو کیا گیا

حج اور مقاماتِ حج

عمرہ و حج کے اعمال اور زیارت اماکن مقدسہ کے لیے

ایک رہبر کتاب

* جس میں حج و عمرہ کے مسائل کے ساتھ اہم مقامات کی جغرافی تشریح بھی کی گئی ہے۔
* حج و عمرہ کے مسائل اور مقامات کی جغرافی معلومات دونوں مستند کتابوں سے اور ذاتی مشاہدات سے لیے گئے ہیں۔
* کتاب حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کے قیمتی مقدمہ سے آراستہ ہے۔

معیاری کتابت، آفسٹ طباعت، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت -/۳۵ روپے

تصنیف از: سید محمد رابع حسنی ندوی

اپنے شہر کے بک سیلروں یا ذیل کے پتوں سے طلب کیجئے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ ندوۃ العلماء لکھنؤ

دار عرفات میدان پور، رائے بریلی ۲۲۹۰۰۱

اس وقت وزیر داخلہ بھی موجود تھے، نریش چندر قانون سکریٹری راؤ، نیز مجھ سے کہا گیا کہ ہم لوگ بھی قریب ہی موجود رہیں تاکہ ضرورت پڑنے پر بلائے جا سکیں، ملاقات کے بعد وزیر اعظم نے بتایا کہ اڈوانی دفعہ ۱۴۳ کے تحت ہی معاملہ کو سپریم کورٹ سے رجوع کرنے پر ترجیح دے رہے ہیں کیوں کہ اس طرح سپریم کورٹ کی رائے فریقین کو ماننا لازمی نہیں ہوگا بہرحال انھوں نے کہا کہ وہ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ سے مشورہ کریں گے۔ ان کی رائے تھی کہ کلیان سنگھ کو بھی بلا کر وزیر اعظم ان سے بات کر لیں۔

(جاری)

(بقیہ)

سفر نامہ حج و زیارت

ترستی تھیں، جس پُر نور آبادی کی تلاش میں نظریں ہر طرف پڑ رہی تھیں جس کا انتظار ہلال عید کے انتظار سے کم نہ تھا، سو مشتاقان دید کی نظروں نے اس کو جا لیا۔ انتظار کی زنجیر ٹوٹی اور منزل مقصود، کوچۂ حبیبؐ کے در و دیوار سامنے آگئے، ہلال عید کی خوشی اس خوشی کے آگے گرد ہے۔ نظر کے سامنے اور بالکل سامنے وہ چھوٹی سی آباد مگر رحمت سے بھرپور ہے۔

جس کو آنکھیں ڈھونڈتی تھیں اور دل بے تاب تھا
آگیا وہ مظہر حسن و جمال آہی گیا"

(جاری)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• جدہ میں واقع اسلامی بینک کے بین الاقوامی فیڈریشن کے سکریٹری جنرل نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ دنیا میں اس وقت ۱۸۸ اسلامی بینک ہیں جن میں ۷۷ ارب ڈالر کا سرمایہ لگا ہوا ہے انھوں نے بتایا کہ دنیا کے مختلف حصوں میں ان بینکوں کی ۱۲ ہزار شاخیں کام کر رہی ہیں۔ جن میں ملازمین کی تعداد ۲ لاکھ ستر ہزار ہے واضح رہے کہ پہلا اسلامی بینک ۱۹۷۵ء میں دوبئی میں قائم ہوا تھا۔

• مڈغاسکر جو برّ اعظم افریقہ کے جنوب میں مذامبیق کے قریب قمر جزیرے کے پاس واقع ہے اس کا رقبہ تقریباً ۵ لاکھ ۹۴ ہزار مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ ہے جس میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً ۱۰ فیصد ہے، زراعت کے بعد سیاحت آمدنی کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ نے مڈغاسکر کو قدرتی مناظر سے مالا مال کیا ہے، بچوں کی تعلیم کے لئے مدارس قائم کرنا اور ابتدائی تعلیم کا بندوبست کرنا حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے۔ مڈغاسکر میں ایک اسلامی مرکز جمعیت دعوت اسلامی کے نام سے پایا جاتا ہے اس اسلامی مرکز کی کوششوں کے نتیجہ میں یہاں کے لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں، گذشتہ ۵ سالوں میں ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کر کے عیسائیت سے توبہ کی۔

• ترکی کی اسلام پسند رفاہ پارٹی نے کہا ہے کہ سرکاری دفاتر میں جس طرح چائے کا وقفہ ہوتا ہے اور خواتین ملازمین کو اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے وقت دیا جاتا ہے اسی طرح ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے وقفہ دیا جائے گا اس سے قبل پارٹی کی قیادت والی مخلوط حکومت نے ماہ رمضان میں دفاتر میں کام کاج کے اوقات میں بھی تخفیف کر دی تھی اور دوسری طرف حال یہ ہے کہ پاکستان میں ۲۰ سال بعد پہلی بار جمعہ کو دفاتر کھلے رہے اس سے قبل نئے وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اب ہفتہ وار تعطیل جمعہ کے بجائے اتوار کو ہوگی ؎

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے ادھر نکلے

• خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی ہدایت پر مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں نئے قالین بچھا دیئے گئے ہیں، ان قالینوں کا سائز ۱۵۰۰۰۰ میٹر ہے اس کی اطلاع سعودی عرب کے سفارتخانہ کی طرف سے ایک پریس ریلیز میں دی گئی۔

• روس کی انٹرفیکس ایجنسی کے مطابق اس سال ۳۰ ہزار روسی مسلمان حج کے لئے مکہ مکرمہ جائیں گے، ایک روسی وفد کے سعودی عرب کے حالیہ دورے کے دوران سعودی افسران کے ساتھ کوٹہ کا معاہدہ بھی ہو گیا ہے اس طرح آئندہ سال سے روسی مسلمان غیر منظم طریقے سے نہیں بلکہ باضابطہ طریقے سے مکہ مکرمہ کے سفر پر جایا کریں گے اور روس کے مسلم حکام امیدواروں کا انتخاب کریں گے، واضح رہے کہ روس کی کل آبادی ۱۴ کروڑ ۹۰ لاکھ ہے جس میں ایک کروڑ ۳۰ لاکھ مسلمان ہیں۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔

NOTE BOOK

حرمین

اردو کاپی

ملنے کا پتہ:

مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔

مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک

فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون: ۳۴۴۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی — آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س:۔ اگر کوئی شخص نماز میں بھول کر فرض چھوڑ دے تو کیا سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے؟

ج:۔ نہیں! سجدہ سہو سے فرض چھوڑنے کی تلافی نہیں ہو سکتی ہے، نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا۔

س:۔ امام کے پیچھے مقتدی تعوذ اور تسمیہ پڑھے گا یا نہیں؟

ج:۔ مقتدی امام کے پیچھے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہیں کہے گا کیوں کہ تعوذ قرأت کے لیے ہے اور اسے قرأت نہیں کرنی ہے اور اسی طرح اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ نہ تو اسے فاتحہ پڑھنا ہے اور نہ سورت ملانا ہے۔

س:۔ کیا نماز جنازہ میں فرض اور واجب نمازوں کی طرح قیام فرض ہے؟

ج:۔ ہاں جس طرح فرض و واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اسی طرح نماز جنازہ میں بھی قیام فرض ہے۔

س:۔ ایک غیر مسلم قرآن پاک کو ہندی ترجمہ کے ساتھ پڑھنے اور سمجھنے کے لیے مانگتا ہے تو کیا اس کو قرآن پاک دے سکتے ہیں؟

ج:۔ ہاں اگر یہ اطمینان ہو کہ وہ قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں کرے گا بلکہ پڑھے اور سمجھے گا تو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس سے کہہ دیا جائے کہ یہ ہماری محترم اور متبرک کتاب ہے، ہاتھ منہ دھو کر اسے چھوئیگا۔

س:۔ کیا قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! قرآن مجید دیکھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، نماز فاسد ہو جائے گی۔

س:۔ بعض مقامات پر میت کو دفنانے کے بعد اذان دیتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت شریعتِ مطہرہ میں پایا جاتا ہے؟

ج:۔ نہیں! میت کو دفنانے کے بعد اذان دینا صریح بدعت ہے اس کا کوئی ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ہے، یہ رواج بے اصل اور بے بنیاد ہے۔

س:۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ دعوت ولیمہ میں اہم اور پیسے والے لوگوں کو بلاتے ہیں اور غربا اور مساکین حتی کہ غریب اعزہ اور اقارب کو نظر انداز کر دیتے ہیں ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

ج:۔ مذکور عمل شرعاً سخت ناپسندیدہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

شر الطعام طعام الولیمة یدعی لها الاغنیاء ویترك الفقراء،

ترجمہ: سب سے ناپسندیدہ کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالدار لوگ بلائے جائیں اور غربا اور محتاج چھوڑ دیئے جائیں۔

س:۔ ایک امام عصر کی دوسری رکعت کے بعد تعدہ کرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے قیام کے قریب ہوئے تھے کہ کسی نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں جبکہ امام قیام کے قریب ہو گیا تھا بیٹھنا نہیں چاہیئے تھا اخیر میں سجدہ سہو کر لیتے تلافی ہو جاتی۔ لیکن اگر کھڑے ہونے کے قریب ہونے کے بعد بیٹھ بھی گئے تب بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

س:۔ اگر کسی شخص نے سجدہ سہو بغیر سلام پھیرے کیا تو نماز کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟

ج:۔ سجدہ سہو سے پہلے ایک طرف سلام پھیرنا چاہیئے اگر بغیر سلام پھیرے سجدہ سہو کیا ہے تو بھی نماز درست ہو جائے گی۔

س:۔ بیوٹی پارلر کی دکان کھولنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ بیوٹی پارلر کی دکان کھولنا شرعاً درست نہیں ہے ان میں غیر شرعی امور کا ارتکاب لازمی انجام دینا پڑتا ہے بالوں کا ترشوانا کاٹنا چھانٹ کرنا عورتوں کے لیے شرعاً ممنوع ہے۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، فالج دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ ۷۹۸

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنوی

اسٹاکسٹ:۔ ہارون جنرل اسٹور چکنڈی لکھنؤ۔

نوٹ:۔ جانڈس، دھات، کلیجہ یا، شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 213629

مدرسہ سراج العلوم (بہلی) آندھرا پردیش میں

دینی و اصلاحی جلسہ

نمائندہ تعمیر حیات

دکھنا پٹنم صوبہ آندھرا پردیش کا مشہور شہر ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ شہر سید اسحاق حسینی مدنی کی ذات گرامی کی جانب منسوب ہے، کسی زمانہ میں اس علاقہ میں سید اسحاق مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تھے، اور اسے اپنی دعوتی فروحانی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا جس سے ہزاروں بندگان خدا توحید و اتباع سنت کا درس لیتے اور اپنے باطن کو نور ایمانی سے منور کرتے تھے۔ سید اسحاق حسینی مدنی کے بعد یہ شہر بلکہ پورا علاقہ کسی بڑی روحانی شخصیت سے محروم رہا جس کے باعث وہ دینی تعلیم سے دور ہوتا گیا حتی کہ اس شہر کے مضافات میں تقریباً آٹھ سو کلومیٹر کی دوری تک کوئی ایسی دینی درسگاہ نہ رہی جس سے وہاں کے باشندے اپنی علمی تشنگی دور کرتے اور توحید خالص، اتباع سنت کا درس لیتے جس کے نتیجہ میں پورے علاقہ کو شرک و بدعت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور عیسائی تہذیب و ثقافت پورے علاقہ پر چھا گئی۔

جہالت و گمراہی کے اس تاریک ماحول میں مسلمانوں کو بے راہ روی اور ضلالت سے بچانے اور مسلم بچوں کو اسلامی علوم سے آراستہ کرنے اور ان کی دینی تربیت کرنے کے لئے ۲۴ر اپریل ۱۹۹۴ء کو بہلی ضلع وزیانگرم (آندھرا پردیش) کی ایک مسجد میں مدرسہ کا قیام مکتب کی شکل میں عمل میں آیا۔ جس کا نام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے سراج العلوم تجویز فرمایا تھا لیکن لوگوں کی طلب اور علاقہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مکتب کو وسیع کر کے مدرسہ کی شکل دے دی جائے لہٰذا ایک وسیع قطعہ آراضی حاصل کی گئی۔ اس آراضی پر مدرسہ کی جدید عمارت اور ایک مسجد کا سنگ بنیاد دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث جناب مولانا عبد اللہ حسنی ندوی نے ایک عظیم دینی و اصلاحی جلسہ کے موقع پر ۱۰ر دسمبر ۱۹۹۶ء کو اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اور ایک جامع و مؤثر تقریر کی۔

مولانا عبد اللہ حسنی ندوی نے کہا کہ اس وقت علوم اسلامیہ کی اشاعت اور فروغ کی اہم ضرورت ہے، یہ مدارس اور مساجد ہی احیائے شریعت الٰہی اور قرآن و حدیث کے علوم و معارف کی اشاعت و تبلیغ اور دعوت و اصلاح کا ذریعہ ہیں۔

مولانا نے کہا کہ کفر و شرک اور بدعت کے اس تاریک ماحول میں "مدرسہ سراج العلوم" کا قیام قندیل رہبانی اور ضوء ایمانی کا کام کرے گا۔ انھوں نے کہا کہ علاقے والوں اور مدرسہ کے ذمہ داران کے طلب و شوق اور جذبہ کو دیکھتے ہوئے یہ توقع ہے کہ انشاء اللہ یہ مدرسہ بہت جلد ترقی کرے گا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ اصلاح و دعوت اور تبلیغ کا ایسا مرکز ہوگا جس سے علاقے میں پھیلے ہوئے شرک و بدعت کی بیخ کنی ہوگی۔ توحید خالص اور سنت رسول کا بول بالا ہوگا۔ اور ایک بار پھر عرصہ دراز کے بعد اس علاقہ میں ایمان کی بادبہاری چلے گی۔

اس جلسہ سے جناب مولانا راشد نسیم صاحب ندوی، مولانا اطہر صاحب (حیدرآباد) اور حافظ ابو الکلام صاحب نصیر آبادی نے دینی تعلیم کی اہمیت کے موضوع پر خطاب کیا۔

اس جلسہ میں (بہلی) اور اس کے اطراف کے لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ علمائے کرام کے بیانات کو پوری توجہ سے سنا۔ مدرسہ سراج العلوم کے سنگ بنیاد رکھے جانے سے لوگ اتنے شاداں و فرحاں تھے کہ جیسے کوئی متاع گمشدہ ان کے ہاتھ لگ گئی ہو۔

اللہ تعالیٰ اس کفرستان میں ایمان و اسلام کے اس نبوی چراغ "مدرسہ سراج العلوم" کو دین کا مرکز بنائے۔ اور احیائے سنت کا داعی بنائے۔

بمبئی میں

اعلیٰ معیاری مٹھائی: بیکری مصنوعات

خصوصی مصنوعات

ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو قتلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ

شیرینی دنیا کا تاج

تاج کی مٹھائیاں

کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴، اکرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳

فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ —

خط و کتابت کرتے وقت ——

خریداری نمبر اور اپنا پتہ

صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

محمد شاہد ندوی

نام کتاب: ہدیۂ عثمانی
مصنف: عثمان احمد قاسمی جونپوری
سائز: ۲۲×۱۸/۸ صفحات: ۳۴۵
قیمت: چالیس روپے
ملنے کا پتہ: علمی کتاب گھر، شاہ گنج جونپور۔ (یوپی)

نعت گوئی اس لحاظ سے بڑی نازک صنف ہے کہ اس میں شاعری کے ساتھ جذبات کی صحت وصداقت، عشق ومحبت اور وفور عقیدت میں توحید ورسالت کا امتیاز رکھنا بھی ضروری ہے، ورنہ اس میں اور رسمی شاعری میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا ہے۔ ان میں شاعرانہ صنعت گری ضروری ہوتی ہے۔ لیکن کیف وسرور سے خالی ہوتی ہے۔

توحید ورسالت کے انہی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا عثمان احمد قاسمی جونپوری نے حمد، نعت اور نظموں کا مجموعہ مرتب کیا ہے جو وجدانیت کے عرفان سے واقف بھی ہیں اور حبِّ رسولؐ کے سرشار ومقام نبوت کے مرتبہ شناس بھی۔ اس لئے ان کی نعتوں میں بڑا اعتدال وتوازن ہے۔ جن میں عشق ومحبت کی سرمستی کے ساتھ آداب محبت کی ہشیاری بھی ہے۔ ان کی نعتیں نعت کا صحیح نمونہ اور اصحاب ذوق کے لئے پاکیزہ تحفہ ہے۔ زیر نظر کتاب جو دلکش نعتوں، پاکیزہ غزلوں اور عمدہ نظموں پر مشتمل بہترین گلدستہ کی شکل میں "ہدیۂ عثمانی" کے نام سے خوبصورت ٹائٹیل اور عمدہ کتابت بہترین کاغذ کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔ جس پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کی تقریظ بھی لکھی ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"کلام پر جابجا نظر ڈالی، جذبات کی فراوانی، زبان کی صفائی اور قلم کی روانی اکثر جگہ محسوس ہوئی۔ بعض نعتیں خاصی سبک اور دلآویز نظر آئیں۔"

مولوی عثمان احمد صاحب کو ایک دینی وعلمی خاندان کا ایک فرد اور ایک صاحب درس عالم سمجھتا تھا۔ ان کے جوہر اب کھلے کہ وہ شاعر بھی ہیں، اور طبیعت کی موزونیت اور ذوق سلیم سے حصہ وافر پایا ہے، جس کی شکایت بڑے بڑے شعراء کو اہل مدرسہ سے رہی ہے۔ بطور نمونہ نعت کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

اللہ رے سرکار کے دربار کی عظمت
شاہوں کو یہاں مثل گدا دیکھ رہا ہوں
یہ روضۂ اقدس ہے، یہ مسجد ہے یہ منبر
فردوس کا دروازہ کھلا دیکھ رہا ہوں

گیا ہے کون عرش پر ملک کھڑے ہیں صف بصف
وہ ذات تھی حضورؐ کی یہ دلبری کی بات ہے
کہیں پہ ذکر آفتاب وماہتاب ہو تو ہو
یہاں تو روز وشب ترے جمال ہی کی بات ہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عوام وخواص سب کے لیے مفید اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

(بقیہ)

تحریک آزادی نسواں

مغربی جنس پرستوں کی تحریک مریخ قرآن کے خلاف ورزی پر قائم ہے مسلمان اس "آزادی" کی کیسے تائید کرسکتے ہیں جو ان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ کرنے والی ہے۔ کیا ان کی نظر سے قرآن کی یہ ہدایت نہیں گزری: "اور اے نبیؐ مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں، وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کریں..... وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتے ہوئے نہ چلا کریں کہ اپنی زینت جو چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔" (سورہ نور)

دوسری جگہ فرمایا: "اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے تاکہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ اے بنی آدمؑ ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی فتنے میں مبتلا کردے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیئے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھ سکتے ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔" (الاعراف) مسلمان اپنا قبلہ درست کرلیں مغربی شیاطین کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا اور آخرت تباہ نہ کریں۔ آزادئ نسواں کی تحریک اسلام کے خلاف تحریک ہے۔

بقیہ:۔ درس حدیث

حسد کرنے والے اپنی نیکیوں کو خود کھا جاتے ہیں ایسے ہی جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور وہ آخرت کی کوئی فکر نہیں کرتے، ان کے دلوں پر گناہ کا بردہ پڑ جاتا ہے اور حسد ان پر حاوی ہو جاتا ہے وہ گناہ میں مبتلا ہوتے چلے جاتے ہیں یہ لوگ ختم ہو جانے والے گھٹیا مال ومتاع پر حسد کرتے ہیں جس کے سبب دنیا وآخرت دونوں کھو بیٹھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کا علاج خیر میں مقابلہ ومسابقت کے ذریعہ فرمایا ہے، ابوحازم.....

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت فرماتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا "آج تم میں کون روزہ سے ہے حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں، پھر آپ نے سوال کیا آج تم میں سے کون کسی جنازہ کے ساتھ گیا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں، آپ نے فرمایا جس بندہ میں بھی یہ چیزیں جمع ہوگئیں وہ جنت میں داخل ہوگیا، یہ تربیتی انداز دین اسلام کے مزاج کو بتاتا ہے اور اس کے طریقہ کو واضح کرتا ہے، گہری برادرانہ بنیاد پر زندگی کے نظام کو قائم کرتا ہے دین حسد کو حرام کرتا ہے، اور بہت سے طریقوں سے اس کا علاج کرتا ہے، مثلاً تقویٰ، محبت، رشک وغیرہ یہ حقیقت ہے کہ آخرت کے لئے ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش بہت سی بیماریوں کا مداوا کرتی ہے اور اس بارے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے والوں کی روحوں کو بلند کردیتی ہے جبکہ دنیا میں بڑھنے کی کوشش کرنے والوں کو حسد گرا دیتا ہے اور پستی میں پہونچا دیتا ہے۔ آخرت کے آرام کے لئے کوشش دلوں کو پاک کردیتی ہے اور زمین کے نظام کو درست کردیتی ہے، اس کو آباد کرتی ہے اور سب کے لئے ستھری وپاکیزہ بنا دیتی ہے اور دنیا کے لئے کوشش زمین اور ماحول کو گندہ کرتی ہے، قومیں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوتی ہیں اور ان میں حسد سرایت کر جاتا ہے ان کے اندر غصہ اور لڑائی جھگڑے کا طوفان بپا ہوتا ہے حسد (رشک) تو بس دو ہی چیزوں میں مفید ودرست ہے۔ ایسے آدمی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور پھر راہ خیر میں خرچ کرنے کی خوب توفیق دی ہو، اس طرح اللہ کے رسولؐ اپنی امت کی تربیت حسد کو رشک میں تبدیل کردینے کی فرماتے ہیں اور اس میں مقابلہ کا شوق پیدا فرماتے ہیں اس مؤثر تربیتی بنیاد کے ذریعہ آپ کی تربیت بہت سے موقعوں پر برگ وبار لائی اور پروان چڑھی، اس کی سب سے اچھی مثال غزوۂ تبوک میں سامنے آئی۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ صدقہ کریں آپ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا اس وقت مجھے کچھ مال حاصل ہوگیا تھا میں نے کہا کہ آج میں صدقہ کرنے میں ابوبکرؓ سے بڑھ سکتا ہوں، آج ابوبکرؓ سے بڑھ جانے کا موقع ہے چنانچہ میں اپنا آدھا مال لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے مجھ سے سوال کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا اتنا ہی ان لوگوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں، ابوبکر کے پاس جو کچھ تھا سب لے کر حاضر ہوئے ان سے بھی حضورؐ نے سوال کیا اپنے گھر والوں کے لئے کیا رکھا، انھوں نے جواب دیا، ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو چھوڑ آیا ہوں ابوبکرؓ کا جواب سن کر میں نے کہا ابوبکر سے میں کسی چیز میں کبھی نہیں بڑھ سکتا۔[1]

یہ حدیث ایسی ہے کہ تربیتی نکتہ نظر سے اس پر غور کیا جائے، اس لئے کہ یہ حسد کو رشک میں تبدیل کرنے اور اس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی زندہ وجاوید مثال ہے، ایسے کاموں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے اس لئے اس میں خیر ہی خیر ہے۔

حدیث کا فقہی پہلو

۱۔ حسد کی دو قسمیں ہیں ناپسندیدہ وپسندیدہ۔ ناپسندیدہ تو یہ ہے کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ اس کے ایک بھائی کو اللہ کی جو نعمت حاصل ہے وہ اس کے پاس سے ختم ہو جائے، خواہ اپنے پاس آنے کی تمنا ہو یا نہ ہو، حسد کی یہی وہ قسم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مذمت فرمائی ہے، (أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ) اور پسندیدہ حسد وہ ہے جو صحیح حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان ہوا ہے (لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ) جس کی حقیقت یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہیں بھی وہ نعمت حاصل ہو جائے جو تمہارے بھائی کو حاصل ہے، اور تمہارے بھائی کے پاس بھی رہے اس کے پاس سے ختم نہ ہو، ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ گناہ کے بارے میں حسد ہو تو ناپسندیدہ ہے اور ممنوع ہے اسی کے لئے "وَلَا تَنَافَسُوا" (گناہ میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہ کریں) فرمایا۔ اگر انعامات کے سلسلہ میں ہو تو جائز ہے۔

موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی تربیت اور معاشرہ میں عمدہ اقدار پیدا کرنے کی کتنی فکرمندی تھی۔

۲۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو حسد وکینہ، اور غصہ سے بچنا چاہئے اس لئے کہ یہ

---

[1] ترمذیؒ کہتے ہیں یہ حدیث حسن وصحیح ہے بحوالہ تاریخ الخلفاء۔

جیز ہیں شیطان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کا موقع دیتی ہیں آبادی کے بجائے بربادی لاتی ہیں۔

۳۔ اچھے کام میں باہم بڑھنے کی کوشش اچھا کام ہے اس کا شمار حسد میں نہیں بلکہ دین نے اس پر ابھارا ہے۔

۴۔ مسلمان کا اپنے بھائی پر رشک کرنا حسد میں نہیں شمار ہوگا۔

۵۔ علم اور حصول علم میں حسد اور اس میدان میں مقابلہ اس حسد میں نہیں شمار ہوگا یہ ناپسندیدہ نہیں بلکہ پسندیدہ عمل ہے اور معاشرہ اور اقتصادی ترقی پر اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوں گے۔

ایسے ہی جس مال کا مالک مال کا حق ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں خرچ کرتا ہے اس پر رشک حسد میں نہیں شمار ہوگا۔

(بقیہ)

دونوں جہاں کی بادشاہی

اور تم کو ان دونوں (زانیوں) پر اللہ کی حد جاری کرنے میں کوئی ترس نہ آئے۔ اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر یقین رکھتے ہو۔

سود کے اسلامی قانون کو جو نہ مانے اس کو اللہ اور رسول سے لڑائی کے لیے تیار ہونا چاہیے۔

فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

(بقرہ۔ ۳۸)

تو اے سود کھانے والو! اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے خبردار ہو جاؤ،

اسی لیے نجران کے عیسائیوں سے آپ نے صلح کا جو معاہدہ کیا تھا، اس کی ایک دفعہ یہ تھی، کہ اگر وہ سودی لین دین کریں گے تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

(ابوداؤد باب اخذ الجزیہ)

(ماخوذ از مقالات سلیمان جلد ۴)

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کلونجی کو تم اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفا ہے۔ (مشکوٰۃ صحیح بخاری)

کھوجاتی

کی نئی پیش کش

کلونجی سے بنا

زرماہ

ہربل بام

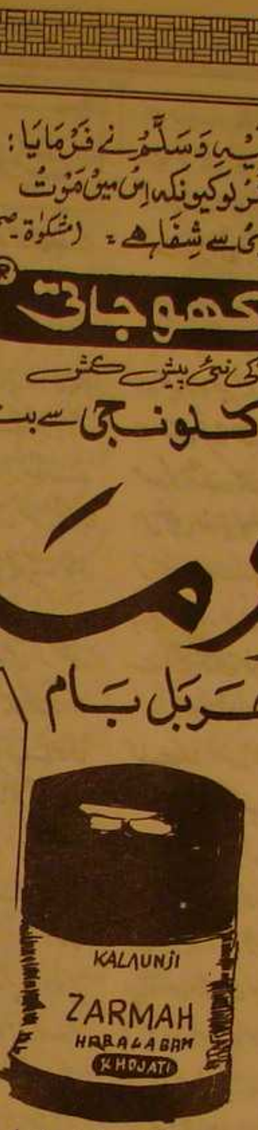

ہر ایام تلسی سے بنا خاص طور سے سردی، سر درد اور سائنس کے لیے جڑی بوٹیوں سے بنا۔

لال بام خاص طور سے اندرونی و بیرونی درد، آدھے سر کا درد، جوڑوں کا درد، موچ، ریڑھ کی ہڈی کا درد، کمر کا درد اور جسمانی ہر درد کے لیے مفید ہے۔

۱۵۰ سال سے آپکی آنکھوں کے محافظ

KHOJATI

ہاشم منجی پدمشی سرمہ والا

منجی جیٹھا کلا تھ مارکیٹ زویری بازار بمبئی نمبر ۴۰۰۰۰۲ (انڈیا)

فون: ۲۰۸۳۸۱۰ - ۳۴۶۲۶۰۰ - فیکس: ۳۴۶۱۷۳۶.

الحرمین ڈسٹری بیوٹرس

مسجد مرکز والی، ڈاکٹر بی این - وسما روڈ

امین آباد: لکھنؤ، فون: 217956 فیکس: 338525

تاج ایڈ: ۳۰۵۴۸۹۴

زائر حرم سے

مولانا محمد ثانی حسنی

دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم جناب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ۱۹۶۳ء میں جب حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کے لئے گئے تھے تو ان کے بڑے بھائی مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے بھائی کو یہ منظوم خط لکھا تھا، ہم اس کو افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

میرے عزیز بھائی تم کو سلام پہونچے
بعد از سلام میرا تم کو پیام پہونچے

تم کو بہت مبارک کعبہ کی ہو زیارت
قابل ہے رشک کے جو تم کو ملی سعادت

جتنا بھی فخر تم کو محسوس ہو وہ کم ہے
بس میں نہیں کسی کے، اللہ کا کرم ہے

اس وقت تم جہاں ہو وہ ہے مقام رحمت
مینہ کی طرح برستی ہے صبح و شام رحمت

ہے ایک کام تم سے میرا اگر کرو تم
بھولوں نہ عمر بھر میں احسان گر کرو تم!

مجھ کو بھی یاد رکھنا شام و سحر دعا میں
کعبہ کے پاک در پر عرفات میں منیٰ میں

کوہ صفا پہ چڑھ کر کعبہ ہو جبکہ رخ پر
مروہ کی سیڑھیوں پر مسعیٰ میں رہ گزر پر

منبر کے سایہ میں بھی اندر حطیم کے بھی
رکن یمانی چھو کر در پر کریم کے بھی

دیوار سے لگا کر سینے کو ملتزم پر
چل کر مطاف میں پھر رک کر ہر اک قدم پر

پردہ سے تم لپٹ کر آنسو بہا کے کہنا
کعبہ کے پاک در پر سر کو جھکا کے کہنا

بیت عتیق کے رب اپنے کرم کا صدقہ
اور رحمت و محبت بے کیف و کم کا صدقہ

تو نے مجھے بلایا تیرا بہت کرم ہے
اک اور مضطرب ہے جو مبتلائے غم ہے

بے تاب ہو رہا ہے اس کو بھی تو بلا لے
دنیا سے دل ہٹا کر اپنا ہی تو بنا لے

دن رات جا کے زم زم تم بار بار پینا
میری طرف سے بھی تم دو چار بار پینا

للہ میری جانب سے بھی طواف کرنا
آنسو جو چند نکلیں نذر غلاف کرنا

ہوگا نویں کا عرفہ رحمت کا زور ہوگا
قلب و زباں میں پیدا جب درد و سوز ہوگا

تم بے قرار ہو کر سجدہ میں جب پڑے ہو
پہلو بدل رہے ہو بہوت سے کھڑے ہو

اشکوں سے بھیگ جائیں جب حاجیوں کے دامن
ایسی جھڑی لگی ہو بھادوں ہو یا کہ ساون

چیخوں سے اپنی حاجی تھرا دیں جب فضا کو
جب رحم آئے سب بے ساختہ خدا کو

ہوگا وہ ایسا عالم ہر سمت نور ہوگا
قلب و نظر پہ طاری کیف و سرور ہوگا

ایسے ہی پیار عالم میں مجھ کو بھی یاد رکھنا
ذکر و دعا سے للہ مجھ کو بھی شاد رکھنا

اللہ تم کو ہر دم اپنی اماں میں رکھے
اپنا بنا کے تم کو دونوں جہاں میں رکھے

حج کا سفر تمہارا صد بار ہو مبارک
جانا بھی ہو مبارک آنا بھی ہو مبارک